بعون صانع حکیم و بمکان فضل و فضل خلاق مبین و زمان
تحفة الاحرار جامی
در مطبع منشی نولکشور واقع لکهنو بحسن انطباع منطبع شد

حامدًا لمن جعل جنان کلّ عارفٍ مخزن اسرار کمالہ و لسان کلّ واصفٍ مطلع انوار جمالہ (نظم)

گنجینۂ اسرار کمالش مائیم	آئینۂ انوار جمالش مائیم
دور افگن استار جلالش مائیم	دستان زن اذکار نوالش مائیم

و مصلّیا علی من نظم جواہر برّہ و نوالہ و نثر صحائف منّہ و افضالہ محمّد و عترتہ و آلہ و اصحابہ (رباعی)

عالی قدران عالم عشق و وفا	صدر آرایان صُفّۂ صدق و صفا
ہر کس بہ کف زمانہ در یا اسفا	وایشان زدہ کف کہ حسبنا اللہ کفٰی

اما بعد این صدف پارۂ چند است از جستجوے کارگاہ بے سر انجامی

گرد کرده شده و خزف ریزه چند از رفت و روب بزمگاه شکسته جامی فراهم آورده شده چه قدر آن دارد که در سلک جواهر شاهوار مخزن اسرار حکیم گرامی شیخ نظامی انتظامش دهند یا در جنب جام زرنگار مطلع انوار مورد بدائع لفظی و معنوی امیر خسرو دهلوی نامش برند چه آن در جودت الفاظ و سلاست عبارات بمنزله ایست که فصیح زبانان عجم در بیان اوصاف او اعجمی اند و این در دقت معانی و لطافت اشارات بمثابه ایست که نادره گویان عالم در معرض جواب آن معترف به ابکمی امّا امیدواری چنانست که چوں این میوهٔ نیم خام از باغستان پستی و بیستی رسیده و این غنچهٔ ناتمام از خارستان فروتنی و زیر دستی دمیده بحکم آنکه مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ قَدْرَهٗ بجوائزی خوان کرم اخوان الصفا افتد و نافه کشاے مشام قبول خلان الوفا گردد (نظم)

زدی جامی بدیں چنگ شکسته
بمضراب فنا تارش گسسته
نواے از مقام بے مقامی
بلند آوازه در بے ننگ و نامی
درین وحشت سرائے پر علائق
سماع این نوا را نیست لائق
جز آں کس کز نواے بے نوائی
کند فہم رموز آشنائی
بسمع مکرمت مسموع بادا
بحسن مغفرت مشفوع بادا

وَمِنَ اللّٰهِ الْمَسْئُوْلِ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيْقُ وَالْعَوْنُ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در فتح باب سخن بہ بسم اللہ کہ دندانہ بانش کلید
در گنج حکیم و صدائے سنیش صلائے[1] سر خوان کریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہست صلائے سر خوان کریم
فیض کرم خوان سخن ساز کرد پردہ ز دستان[2] کہن باز کرد
بانگ صریر[3] از قلم سحر کار خاست کہ بسم اللہ دستی بیار
مائدۂ تازہ بروں آمدہ است چاشنی گیر کہ چوں آمدہ است
ورنہ چشی نکہت آں بس ترا بوئے خوشش طعمۂ جاں بس ترا
خاک بانیجا ہمہ جانہائے پاک بو[4] کہ قند ریزہ ازیں خواں بخاک
ہر کہ بود بر سر ایں خواں رہش بہ بود آغاز بہ بسم اللہش
دیو کہ غارت گر ایں مرحلہ است بسملش[5] از خنجر ایں بسملہ است

[1] صلا۔ کھانے کے لیے آواز دینا [2] دستان کہن یعنی قرآن شریف جو حکماء کے نزدیک قدیم ہے [3] یعنی قلم سے آواز نکلی کہ اس طعام کے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھا [4] یعنی یہاں تمام جانیں خاک ہوگئی ہیں اس امید پر کہ شاید اس خوان سے کوئی ریزہ خاک پر گرے اور ہم اس سے لذت یاب ہوں [5] بسمل سے مراد یہاں ذبح کرنا لیا گیا ہے ۱۲ عبدالباری آسی

باکہ ز پے سین[1] بودش ایں خطاب　چوں سر پستانست ز ام الکتاب

تا نو ز پستانش شوی طفل وش　بہر غذائے دل و جاں شیر کش

بسم[2] شدہ ہر دو ز ترکیب میم　گفتۂ بسم حرز تو از تیغ بیم

شکل[3] چمن بیں کہ بہ رحمٰن درست　کز چمن خلد نشاں آورست

مژدہ[4] دہد کز خط عنبر سرشت　بسملہ باشد چمنے از بہشت

باکہ دو[5] باشد درش آمد دو تخت　مدخل آں باغ سعادت درخت

سین وی[6] از باد پر جبرئیل　سلسلۂ بستہ بہ رخ سلسبیل

چشم کشا[7] چشمۂ ہر میم بیں　جاری ازاں چشمۂ تسنیم بیں

---

۱ بسم اللہ میں پہلے دو حرف بے اور سین ہیں، اور پستان میں بھی بائے فارسی اور سین ہیں لہذا بسم اللہ ام الکتاب یعنی قرآن کا سرپستان ہوئی، تمام بنی نوع حیوان کا سرپستان ذریعہ پرورش ہے اور یہ رعایت بہ لحاظ ام الکتاب ہے جس کے لفظی معنی کتابوں کی ماں کے ہیں ۲ یعنی ب اس میں م ملی تو بسم ہوا، اور بسم نے کہا "از تیغ بیم ترا حرز بسم" یعنی خوف کی تلوار سے تیری حفاظت کے لیے میں کافی ہوں ۳ رحمٰن میں (حمن) کی شکل چمن کی سی ہے، اس کو تجنیس خطی زاید کہتے ہیں ۴ یہی (حمن) اپنی مشابہت چمن کی وجہ سے خوش خبری دیتی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہشت کا ایک چمن ہے ۵ بے کے دو عدد بحساب اعداد ابجد کے ہوتے ہیں اور دو کی یہ صورت بھی ہے ۱+۱، اور یہ صورت دروازے کی ہے لہذا معلوم ہوا کہ جس چمن کا ذکر کیا گیا ہے اس کا دروازہ یہ ہے ۶ اس بسم اللہ کے سین کو پر جبرئیل کی ہوا لگی تو وہ تو رخ سلسبیل کا سلسلہ بن گئی، اور ظاہر ہے کہ سلسبیل میں بھی اول میں سین ہے ۷ بسم اللہ ہی کا میم چشمۂ تسنیم میں ہے، آنکھ کھول کر دیکھ ۱۲

هر الف از وے[1] شجر میوه ناک	میوهٔ آں معرفت ذات پاک
طرهٔ حورے[2] است در و لامها	بهر دل دیده وراں دامها
ها که چو حلقه ست[3] پے صید دل	گشته ازاں طره بهم منفصل
را که بود غایت[4] سور و سُرُر	زور سدت دست بدامان حور
حا که بهشت[5] ست اشارت نما	بهر بهشت ست بشارت نما
نون کا نقش[6] پاے بود میم فرق	ماهی کوثر که در آبست غرق
یا که دهد[7] یاد ز یاے ندا	می زندت بانگ که ایں سو بیا
نه بتامل[8] قدم اهتمام	خوش بگذر بر چمن ایں کلام
کاینے آمد[9] ز سُور مختصر	درج در و سر بسے از سور

لہ بسم اللہ کا ہر الف ایک میوہ دار درخت ہے اور اس کا میوہ خدا کی معرفت ہے ۲ہ بسم اللہ کے لام حور کے گیسو ہیں اور زلف کو لام سے تشبیہ دی جاتی ہے ۳ہ اس لام بسم اللہ سے ملی ہوئی (ہ) ایک پھندا ہے جس سے دل شکار ہوتے ہیں ۴ہ بسم اللہ میں رحمن کی جو رے ہے یہ سُور اور سُرُر کی انتہا ہے اور اسی سے تیرا ہاتھ دامان حور تک پہونچے گا ۵ہ حاے بسم اللہ جو رحمن میں ہے اُس کے عدد آٹھ یعنی ہشت ہیں لہذا یہ اشارت نماے بہشت ہے اور بہشت یعنی جنّت کی تجھ کو بشارت دیتی ہے ۶ہ نون رحمن جس کے اول میں میم آخر میں الف ہے وہ گویا ماہی کوثر ہے، اور نون مچھلی کو کہتے ہیں ۷ہ بسم اللہ کی یا، یاے ندا ہے جو تجھ کو آوازیں دے کر اپنی طرف بلاتی ہے ۸ہ فکر کر اور اس کلام کے چمن کی سیر کر ۹ہ دیکھ کہ بسم اللہ سورتوں میں سے ایک مختصر آیت ہے اور اس میں بہت سی سورتوں کے بھید ہیں ۱۲ عبدالباری آسی

صورت یسینش[۱] بودش یا و سین　　در رقمش از همه بالانشین

نعت نخستینش بخوش منظری　　می دهد از سورۂ رحمن نشان

کرده معلم گه تعلیم او　　فهم حوامیم ز حا میم او

بر سر این دو الف لام را　　داده نشان از دو الف لام را

از پی نونش الف اندر رقم　　پرده کشا گشته ز نون والقلم

سطر[۲] حروفش ز بیاض و سواد　　داده ات از نور[۳] و دخانت یاد

فتحۂ[۴] آں فاتح گنج ازل　　کسرۂ آں[لبش] کاسر کاس امل

صورت جزمش که بود حلقه وار　　گوش خرد دائم ازو حلقه وار

شانۂ تشدید که بر لام و راست　　تاج سر هدهد راه هداست

نقطۂ بائش پی ارباب راز　　تخم امید است بخاک نیاز

نقطۂ نونش پی دفع گزند　　بر سر نار است نهاده سپند

---

۱ بسم اللہ کے با و سین سورۂ یسین کے بھید ہیں اسی طرح اس کا ہر حرف چنانچہ اگلے شعروں میں بیان ہے ۲ سطر حروف بسم اللہ سے مراد ہے ۳ یعنی حروف نوری اور دخانی اور یہ دو نوں قرآن کی صورتیں ہیں۔ ۴ فتحہ۔ یعنی نصب و زیر بسم اللہ، اسی طرح آئندہ شعروں میں بیان ہے کہ جزم حلقے کی مانند ہے، تشدید شانہ جو ہدہد راہ ہدایت کا تاج ہے اس کی بے کا نقطہ خاک نیاز پر تخم امید ہے اس کے نون کا نقطہ دفع نظر بد کے لیے آگ پر سپند کا کام دے رہا ہے اور دوسرے نقطے دیدۂ ملک کے نور بخشنے والے ہیں اس کے ۱۹ حرف اٹھارہ ہزار عالم قدسیاں کو جو خواص حروف کے حامل ہیں فیض پہونچا رہے ہیں، بسم اللہ کے آخر میں رحیم ہے اور یہ دلیل ہے کہ ختم کار پر فیض رحیمی سے تو بہرہ ور ہوگا ۱۲ عبد الباری آسی

واں دوے دیگر شدہ چوں مردمک ، نور دہ دیدۂ ملک و ملک

نوزدہ حرف ست بوقت شمار ، فیض رسانندہ بہژدہ ہزار

وصف رحیم است شدہ ختم آں ، صورت ختم آمدہ در وے عیاں

ایں دو دلیل است کہ از کردگار ، فیض رحیمی ست بود ختم کار

دراردات تسمیۂ تحمید کہ فاتحۂ کتاب مجید و فاتح ابواب مزید است

انچہ نگارد زپے ایں رقم ، بر سر ہر نامہ و بنان قلم

حمد خدائیست کہ از کلک کن ، بر ورق باد نوید سخن

(مراد زبان ۱۲)

چوں رقم او بود ازیں تازہ حرف ، جز بہ ثنایش نتواں کرد صرف

لیک ثنایش ز بیاں برتر است ، ہر چہ زباں گوید ازاں برتر است (ثنا)

نطق و ثنایش چہ تمنا ست ایں ، عقل و تمناش چہ سودا ست ایں

نیست سخن جز گرہ چند سست ، طبع سخنور زدہ بر باد چیست!

ہیچ کشادے[1] نبود در گرہ ، گر نہ بود (بشود) کار بآں بند بہ

صد گرہ از[2] رشتۂ پر تاب و پیچ ، گر بکشایند دراں نیست ہیچ

عقل[3] دریں عقدہ ز خود گشتہ گم ، کردہ دریں فکر سر رشتہ گم

[1] یعنی اگر کام خدا سے نہ ہو تو بند ہی بہتر ہے [2] اگر رشتۂ پر پیچ و تاب سے سو گرہ کھولیں تو اُس کے اندر کچھ بھی نہ ملے گا [3] عقل اس عقدے کی کشاد میں خود گم ہو گئی ہے ۱۲

رشتۂ فکرش کہ[۱] بود پُرگہر	پر بود ایں جا ز گرہ سر بسر
می دہد ایں[۲] رشتہ ز سبحہ نشاں	صد گرہ افتادہ درو مہرہ ساں
حرفے اگر زیر بود یا زبر	نیست گرہ پیش خرد جز گہر
عقل گرفتہ[۳] بہ کفش سبحہ وار	عاجزیِ خویش کند زاں شمار
آنکہ نہ دم می زند از عجز کیست	غایت ایں کار بجز عجز چیست
عجز بہ از ہر[۴] دلِ دانا کہ ہست	بر درِ آں حیِ توانا کہ ہست
مرسلہ[۵] بندِ گہرکانِ جود	سلسلہ پیوند نظامِ وجود
غرّہ فروز[۶] سحر خاکیاں	مشعلہ سوز شب افلاکیاں
خوانِ کرامت[۷] نہِ آیندگاں	گنج سلامت دہِ پایندگاں
چشمہ کنِ[۸] قلۂ قافِ قدم	نایزہ پرداز مشگافِ قلم

۱ یہاں رشتہ پر گہر فکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سراسر گرہ سے بھرا ہوا ہے ۲ یہ رشتۂ گرہ دار تسبیح معلوم ہوتا ہے ۳ عقل اس رشتہ گرہ دار کو تسبیح کی مانند ہاتھ میں لے کر اس پر اپنی عاجزی کا شمار کر رہی ہے ۴ ہر دل دانا کو زیبا یہی ہے کہ اس قادر برحق کے سامنے عاجزی کا شمار کرتا رہے ۵ مرسلہ۔ گردن بند۔ مرسلہ پیوند۔ زینت دینے والا۔ یعنی گہرکانِ جود کا زینت دہندہ وہی خدا ہے اور نظام وجود کا سلسلہ ملانے والا وہ ہے ۶ یعنی خدا ہی نے پیشانیِ سحر پر نور دیا ہے، اور تاروں کی رات میں وہی چراغ جلاتا ہے ۷ آنیوالوں کے لیے خوانِ کرامت وہی بچھاتا ہے اور ٹھہرنے والوں کو سلامتی کا خزانہ وہی عطا فرماتا ہے، مراد یہ کہ دُنیا کو اسی سے تمام نعمتیں بہم پہونچتی ہیں ۸ قافِ قدم کی چوٹی پر اُسی نے چشمہ بہایا، مشگاف قلم کا وہی نائزہ بردار ہے ۱۲

روز بر آرندهٔ شبہائے تار — کار گزارندهٔ مردان کار

واہب ہر مایہ[1] کہ سودیش ہست — قبلہ ہر سر کہ سجودیش ہست

دائرہ سازِ[2] سپر آفتاب — تیر گر باد و زرہ باف آب

عیب نہان دار ہنر پروران — عذر پذیرندہ عذر آوران

آب زن[3] آتش سودائے عقل — تاب دہ دست تمنائے عقل

صیقلئ صاف[4] ضمیران پاک — صیرفی گنج پذیران خاک

سر شکن خامۂ[5] تدبیرہا — خامہ کش نامۂ تقصیرہا

ایمنی وقت ہراسندگان — روشنئ دیدۂ بینندگان

تازہ کن جان ز نسیم حیات — کارگر کارگہ کائنات

ساخت چو صنعش[6] قلم ز کاف و نون — شد بہزاران رقمش رہنمون

سطر نخست[7] از ورق این سواد — قدس نژادان تجرد نہاد

---

[1] ہر نفع رساں پونجی کا واہب وہی ہے ہر سجدہ گزار سر کا قبلہ وہی ہے [2] سپر آفتاب کا دائرہ اسی نے بنایا ہے ہوا کے تیر اُسی نے چلائے پانی کی موجوں کی زرہ اُسی نے بنی [3] آتش سودائے عقل کو وہ بجھاتا ہے تمنائے عقل کے ہاتھ کو مروڑتا ہے ۱۲ [4] صاف ضمیران پاک کے دل کا صیقل گر گنج پذیران خاک کا صراف ۱۲ (عبد الباری آسی)

[5] ہماری تدبیروں کے قلم کا سر توڑنے والا اور ہماری خطاؤں کو محو کرنے والا ۱۲

[6] جب اُس نے کاف و نون یعنی کن کہا، تو اُس سے ہزاروں مرقومات ظاہر ہوئیں یعنی بہت سے عالم پیدا ہوئے [7] اس تحریر کی پہلی سطر فرشتے ہیں یعنی پہلے فرشتے پیدا ہوئے ۱۲ عبد الباری آسی

مایۂ ایشان[1] ز ہیولیٰ بری | پایۂ ایشان ز صور برتری

جیب بقا شان ز فنا سودنی | دامن شان ز آب و گل آلودنی

جنبش ایشان بہنرہائے خاص | از کشش چنگ طبیعت خلاص

ناشدہ اقلیم[2] دوام و ثبات | تنگ بر ایشان ز حدود و جہات

سطر دوم نہ فلک لاجورد | گرد یکے نقطہ چو پرکار گرد

کوشش ایشان[3] بہ پیام سروش | گردش ایشان ز سر عقل و ہوش

بردہ بہ[4] چوگان ارادت ہمہ | گوے ز میدان سعادت ہمہ

بلکہ برقص آمدہ صوفی وشند | دائم ازیں رقص چو صوفی خوشند

دادہ بہر دور ز ادوار شاں | نور دگر واہب انوار شاں

سطر سوم نیست بجز چار حرف | درج بہر چار رموز شگرف

ہرچہ بود[5] در خم طاق سپہر | جملہ ازیں چار نمودست چہر

قدرتش آنرا بہم آمیختہ است | ہر دم ازاں نقش نو انگیختہ است

نقش نخستیں چہ[6] بود زاں جماد | کز حرکت بر در او ایستاد

۱؎ وہ مادّے اور صور جسمیہ سے بری ہیں جو مادّے کے لیے لازم ہیں ۲؎ ان کے لیے ثبات اور دوام کی ولایت تنگ نہیں ہوئی ۳؎ اس کی سب کوششیں پیام غیب اور آواز غیب کے مطابق ہوتی ہیں ۴؎ اپنے چوگان ارادت کی وجہ سے میدان سعادت میں وہ سب سے اعلیٰ و افضل رہے (عبدالباری آسی) ۱۲ ۵؎ یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ سب نفس چاروں عناصر کی کائنات ہے ۱۲ ۶؎ پہلا نقش جو ان چار سے بنا وہ جماد ہیں یعنی پہاڑ اور معدنیات وغیرہ ۱۲

کوه نشسته بمقام وقار — یافته در قعدهٔ طاعت قرار
کان که بود[۱] خازنِ گنجینه‌اش — ساخته پُر لعل و گهر سینه‌اش
هر گهری دیده رواجِ دگر — گشته فروزندهٔ تاجِ دگر
نوبت ازین[۲] پس به نبات آمده — چابک و شیرین حرکات آمده
برزده از روزنهٔ خاک سر — برده به یک چند بافلاک سر
چتر برافراخته از برگ و شاخ — ساخته بر سایه نشیمن جا فراخ
گاه فشانده ز شگوفه درم — گاه ز میوه شده خوانِ کرم
جنبشِ حیوان[۳] شده بعد از نبات — گشته روان در رگش آبِ حیات
از رهِ حس برده[۴] بمقصود پے — پویه کنان کرده بمقصود روے
با دلِ خواهنده ز جا خاسته — رفته بهر جا که دلش خواسته
خاتمهٔ این[۵] همه هست آدمی — یافته زو کارِ جهان محکمی
اوّل فکر آخر[۶] کار آمده — فکر کن و کارگزار آمده
برکفش از عقل نهاده چراغ — داده ز هر شمع و چراغش فراغ

---

۱ کان جو اُسکے خزانے کی کلید بردار ہے لعل و گہر سے اسکا سینہ بھرا ہے ۲ جمادات کے بعد نباتات پیدا ہوئے، دوسرا مصرع نبات کی صفت ہے ۱۲ ۳ نباتات کے بعد حیوانات پیدا ہوئے ۴ حیوانات میں حواس اور احساس پیدا ہوا ۵ سب کے بعد آدمی پیدا ہوا ۶ یعنی مقصود اس تکوین سے خلقت انسان ہی تھی مگر وہ سب کے بعد پیدا ہوا، اسکے بعد آدمی کے صفات بیان کئے ہیں ۱۲ (عبد الباری آسی)

کارکناں دادہ بعقل از حواس　　گشتہ بہر مقصد ازاں رہ شناس
باصرہ را دادہ زبینش نوید　　راہ نمودہ بسیاہ و سفید
سامعہ را کردہ بہ بیروں دو در　　تا زچپ و راست بیوشد خبر
ذائقہ را دادہ بروئے زباں　　کام ز شیرینی و شور جہاں
لامسہ را نقد نہادہ بہ مشت　　گنج شناسائی و نرم و درشت
شامہ را از گل و ریحان باغ　　ساختہ از لطف معطر دماغ　(نسخہ: چوں غنچہ)
بر نمط ایں پنج حس ظاہر اند　　پنج دگر کارگر[1] اندر سر اند
کارکنان خرد اند ایں ہمہ　　بہر خرد نامزد اند ایں ہمہ
تا بمددگاری ایشاں خرد　　پے بشناسائی مبدع[2] برد

[1] یعنی پانچ حواس باطنی بھی ہیں جن کے نام یہ ہیں، حس مشترک[1] یہ وہ قوت ہے جو ان تمام صورتوں کو قبول کرتی ہے جو حواس خمسہ ظاہری میں محسوس ہوتے ہیں، لہذا حس مشترک کی مثال حوض سے دی ہے اور حواس ظاہری کی نہروں سے کہ اُن سے اس حوض میں پانی پہونچتا ہے، دوسری[2] قوت متصرفہ، اس کا کام بعض صور کو بعض معانی سے ترکیب دینا ہے اس کو متخیلہ اور مفکرہ بھی کہہ سکتے ہیں، تیسری[3] خیال، یہ حس مشترک کا خزانہ ہے اس کا کام ہے کہ صورتوں کی اُن کے غائب ہونے پر حفاظت کرے، چوتھی[4] واہمہ۔ اس کا کام یہ ہے کہ نا دیدہ اور دیدہ، موجود اور غیر موجود کو مرتسم کرے یہ قوت عقل کے بس میں نہیں ہے، پانچویں[5] حافظہ اس کا کام یہ ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے جو چیز اس کو ملے وہ اُس کو یاد رکھے ۱۲

[2] مبدع ابداع کرنے والا ۱۲

جُست بہ بند و کمر بندگی	بندگی مایۂ صد زندگی
زندگی یابد ازاں لایزال	در کنف عاطفت ذوالجلال
جامی اگر زندہ دلی بندہ باش	بندۂ آں زندۂ پایندہ باش
بندگیش زندگی آمد تمام	زندگی ایں باشد و بس والسّلام

مُناجات اوّل متضمن اشارت بشواہد جود و دلائل وجود حق سُبحانہ وتعالےٰ ما اعلےٰ شانہ وما اجل بُرہانہ

اے صفت خاص تو واجب[1] بذات	بستہ بتو سلسلۂ کائنات
گر نرسد قافلہ در قافلہ	فیض تو در ہم رود ایں سلسلہ
کون و مکاں شاہد جود تو اند	حجت اثبات وجود تو اند
دائرۂ[2] چرخ مدار از تو یافت	مرحلۂ خاک قرار از تو یافت
سینہ پر لعل و زرکاں کہ ہست	قدرت تو بر کمر کوہ بست
دُرِ سُخن را کہ گہر کردۂ	در صدف سینہ تو پروردۂ
عرصۂ گیتی کہ بود باغ ساں	تربیت لُطف تو اش باغباں

[1] واجب وہ جو اپنی ذات میں دوسرے کا محتاج نہ ہو ۱۲ (عبدالباری آسی)

[2] دائرہ ۔ وہ سطح مستوی جو ایک گول خط سے محیط ہو اور جس کے بیچ میں ایک نقطہ ہو جس سے جتنے خط کھینچے جائیں وہ سب برابر ہوں ۱۲

چشمۂ مہر است۵۲ گل اصفرش
گوئے فلک غنچۂ نیلوفرش

طاسچۂ نرگس او دور ماہ
جلوہ گہ نسترنش صبحگاہ

شاخ شگوفہ ست ثریا درو
سرخ شفق لالۂ حمرا درو

سوسن آزادوی آزادگاں
سبزہ بزیر قدم افتادگاں

سروے آں سایہ دہے سربلند
کامدہ از دست تہی بہرہ مند

پست بنفشہ کہ ز چرخ درشت
جامہ کبود آمدہ و گوزہ پشت

شاخ گلش قامت شوخان شنگ
غنچۂ آں خون شدہ دلہائے تنگ

بلبل آں طبع سخن پروراں
در چمن نطق زباں آوراں

ایں ہمہ آثار کہ نادر نماست
بر صفت ہستی قادر گواست

رو۵۳ بتو آریم کہ قادر توئی
دانیم
نظم کن سلک نوادر توئی

۵۲ تونے دنیا کو ایک باغ بنا دیا ہے اور تیری مہربانی ہی اس کو سینچتی ہے، چشمۂ خورشید اُس باغ کا گل اصفر ہے اور گوئے فلک غنچۂ نیلوفر، دور ماہ کا چھوٹا طاس نرگس کا گملا صبح کا وقت اُس کے گل نسترن کی جلوہ گاہ، ثریا شگوفے کی بھری ہوئی شاخ، شفق لالۂ سرخ آزاد لوگ اس کے گل سوسن، اور افتادہ لوگ سبزۂ پامال، سایۂ قامت بلند اس باغ کا سرو، اگلے مصرع میں سرو کی صفت ہے، آسمان نیلگوں بنفشہ جس کا جامہ کبود ہے اور قد جھکا ہوا معشوقوں کا قد اس کی شاخ گل، اور تنگ و خون شدہ دل اُس کے غنچے، اور اس باغ کی بلبل شاعروں کی طبع نازک جو چمن نطق شعرا سے تعلق رکھتی ہے، غرضکہ سب نادر اور عجیب نشانیاں قادر مطلق کی صنعت کی گواہ ہیں ۱۲ (عبدالباری آسی)

۵۳ ہم تجھ کو پوجیں گے کیونکہ قادر تو ہے اور ان جواہر نوادر کے ہار تونے بنائے ہیں ۱۲

باغ نشانی کہ نہد زیب باغ	باغ شود بر دل نظارہ داغ
ور دہدش جلوہ بہر زیورے	ہر ورقے باشد ازاں دفترے
ثبت درو قاعدۂ ہستیش	در ہنر خویش سبکدستیش
رنگ[۲] رز باغ توئی باغ ما	کارگہ صنعت صباغ ما
ہمچو گلیم[۳] از تو شدہ سرخ رو	رنگ رزیہاے ترا شرح گو
تیغ زباں آختہ چوں سوسنیم	تیغ ثناسائی تو می زنیم
بودی[۴] و ایں باغ دل افروز نی	باشی و میدان شب و روز نی
بحر بقاے تو و عالم بر آب	منک[۵] المبدأ و الیک المآب

مناجات سوم متضمن اشارات بآنکہ حقیقت حق وجود صرف وہستی مطلق

اے[۶] علم ہستی ما با تو نیست	نیست بخود ہست بتو ہر چہ ہست
ذات تو ہم ہستی و ہم ہست کن	ہست کن عالم نو و کہن

[۱] اگر باغ باغ لگانے والے کا پتہ نہ دے تو دیکھنے والے کے دل پر وہ داغ کا کام کرے گا اور اگر اُس کے برعکس وہ ہر طرح سے اسکا پتہ دے تو پھر اس کا ہر ورق ایک دفتر ہے کہ جس کے اندر اسکا قاعدہ ترتیب ہستی اور اسکی چابکدستی کا اظہار ہوتا ہے [۲] تو ہمارے باغ کو رنگ دینے والا ہے اور ہم باغ ہیں ہماری رنگ آمیزی کی صنعت کو تو ہی مکمل کرنے والا ہے [۳] ہم گل کی طرح سُرخرو تجھ ہی سے ہوئے اور تیری رنگرزی کے معترف ہیں [۴] تو جب بھی تھا کہ دُنیا کا باغ نہ تھا اور تو جب بھی باقی رہے گا کہ دُنیا نہ ہوگی [۵] تجھ ہی سے شروعات عالم ہے اور تیری ہی طرف بازگشت ہے [۶] اے وہ ذات کہ تیری ہستی کے سامنے ہماری ہستی کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ تجھ ہی سے ہے

هست[1] توئی هستی مطلق توئی ‌‌— هست که هستی بود احق توئی

هر چه[2] نه هستی بسزاے مجاز — باشدش البته به هستی نیاز

آنچه نه محتاج بکس هستیش — بر همه کس زانت زبر دستیش

نام و نشانت[3] نه و دامن کشان — می گذری بر همه نام و نشان

پست و بلند از کرمت بهره مند — با تو یکے نسبت پست و بلند

پاک[4] ز آلائش و ناپاک و پاک — با همه چون جان به تن آمیزناک

چشم مشبه ز جمال تو کور — عقل منزه ز کمال تو دور

ناقهٔ تنزیه چو تنها فتاد — پاے ز معموره به صحرا نهاد

حادی تشبیه چو محمل براند — رفت به معموره و در گل بماند

اے ز تو[5] معموره و صحرا همه — بود تو هم بے همه و با همه

در تو نپیوستہ این دو صفت جز بهم — چون نمایند تجاوز ز هم

---

[1] تیری ہستی مطلق ہے اور تیری ہستی کے لیے کوئی شرط نہیں ہے، درحقیقت ہستی جسے کہتے ہیں وہ ہستی تو ہی ہے [2] جتنی ہستیاں ہیں انھیں کسی خالق کی ضرورت ہے لیکن تجھے نہیں، اس لیے تمام ہستیوں سے تیری ہستی بالاتر ہے [3] تیرا کوئی نام و نشان نہیں مگر حالت یہ ہے کہ ہر نام و نشان پر تیرا گزر ہوتا ہے اور تو سب کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے

[4] پاک و ناپاک کا اطلاق تجھ پر نہیں ہوتا اور سب میں مانند جان کے تو ملا ہوا ہے۔

[5] تیری بود بے ہمہ ہے اور تو ہی با ہمہ ہے تیرے اندر یہ دونوں صفات ملے ہوئے ہیں [illegible] دوسرے سے تجاوز نہیں کرتے ۱۲ (آسی)

هست[1] ز تنزیه تو تشبیه تو　　نیست جز این غایت تنزیه تو

نور بسیطی[2] و غباریت نی　　بحر محیطی و کناریت نی

نیست کناریت و لے صد ہزار　　گوہرت از موج فتد بر کنار

موج[3] تو بود آنچه شدی جلوه گر　　از خود و بر خود بهزاران صور

در تتق ذات تو ہر سر کہ بود　　روے در آئینۂ علمت نمود

صورت شاں عکس نما شد ز ذات　　ذات ز تکرار صور شد ذوات

انجمن جمع همه عالم ست　　رونق آن انجمن از آدم ست

با تو خود آدم که و عالم کدام　　نیست ز غیر تو نشاں غیر نام

گرچه نمایند بسے غیر تو　　نیست دریں عرصه کسے غیر تو

کیست به پیدائی تو در جہاں　　مانده ز پیدائی خویشی نہاں

تو همه جا حاضر و من جا بجائے　　میروم اندر ظلمت دست و پائے

چوں فتم از پاے مرا دستگیر　　انت نصیری و الیک المصیر

---

[1] تیری تنزیہ سے تیری تشبیہ دی جاسکتی ہے اور تیری تنزیہ کی غایت اس کے سوا نہیں ہے
[2] بسیط زمین فراخ، یعنی تو زمین کا نور ہے اور تجھ پر کوئی غبار نہیں چھٹتا اور تو ایسا دریا ہے کہ سب کا احاطہ کیے ہے اگرچہ تیرا کنارہ نہیں ہے، بسیط اصطلاح حکماء میں ہر شے غیر مرکب اور بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جس کا جزء اس کے کل کے مشابہ ہو
[3] مراد یہ ہے کہ تیری ہی صورت ہزاروں صورتوں میں جلوہ گر ہوئی اور تیری ہی ذات ذوات کی صورت میں نمودار ہوئی ۱۲ (آسی)

مناجات سوم متضمن اشارات بآنکہ موجب غفلت آدمی از نور شہود و دوام فیض استمرار جود اوست و اگر بالفرض یک لحظہ آں فیض منقطع شدی ہمہ کس بر آں مطلع گشتی

اے ز وجود تو نمود ہمہ	جود تو سرمایۂ بود ہمہ
مبدع[1] نو و کہن ما توئی	ہست کن و نیست کن ما توئی
کارگرانند[2] دریں کارگاہ	ز آتش لا سوختہ در لا الٰہ
نیست ز لا مخلصے الا ترا	حکم تبارک و تعالیٰ ترا
فیض نوالت چو پیاپے رسد	کس بشناسائی آں کے رسد
در چمن[3] ایں دائرہ ہزل وجد	ضد مبیں نشود جز بہ ضد
از عدم انوار قدم بازگیر	وز رقم لوح و قلم بازگیر
سبحہ بکش از کف روحانیاں	رخنہ فگن در صف نورانیاں

[1] مُبدع۔ شروع کرنے والا، ایجاد کنندہ نیا کام کرنے والا [2] یعنی بڑے بڑے کام کرنے والے بھی معرض فنا میں ہیں اور آتش لا سے جل رہے ہیں اگر کسی کو لا سے مخلصی ہے تو وہ تو ہے، کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام [3] در چمن الخ دائرہ ہزل وجد یعنی دنیا، مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، تعرف الاشیاء باضدادہا، شعر ہائے مابعد میں مصنف نے اسی انقلاب اور ضد کی خواہش کی ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۱۲ (آسی)

از سر کرسی بفگن عرش را — خوان پی کرسی نهیش فرش را

پایهٔ کرسی ز زمین بر فرو — گرد مذلت بنشین گو برو

زلزله در گنبد خضرا فگن — یکدو سه فاروره بهم در شکن

منطقه[1] بکشا ز میان فلک — تیر بیفگن ز کمان فلک

باز کشا عقد ثریا ز هم — ساز جدا پیکر جوزا ز هم

گاو چرا خوارهٔ این مرغزار [خوردہ] — شیر جهان خوار فنا را سپار

قطع کن از داس اجل خوشه اش — ساز پی راه فنا توشه اش

باغ عناصر که زمینش خوش است — آب گوارنده هوا دلکش است

هست گل رسته در و آتشین — غنچهٔ آن گلشن چرخ برین

بار[2] بر این باغ ز انجم تگرگ — درهم و برهم شکنش شاخ و برگ

خاص تر[3] میوهٔ او آدمی ست — لذتش از چاشنی محرمی ست

پخته[4] و خامش همه بر خاک ریز — بر سرش از باد اجل خاک بیز

---

[1] منطقہ سے مراد منطقۃ البروج جس پر فلک ہشتم کے بارہ برجوں نے تقسیم پائی ہے آگے چل کر مصنف نے سب برجوں کے نام وغیرہ کا ذکر شاعرانہ طور پر کیا ہے

[2] بار: امر ہے باریدن سے، تگرگ اولہ۔ باغ سے مراد وہی باغ دنیا جس کا مصنف نے ذکر کیا

[3] یعنی باغ دنیا کا خاص میوہ آدمی ہے، اور اُس میوے کی لذت یہ ہے کہ وہ محرم راز قدس ہو ۱۲

[4] پختہ و خام سے مراد پیر و جوان۔ تجربہ کار و ناتجربہ کار ۱۲ (آسی)۔

تا همه دانند که صانع توئی / مبدع این جمله بدائع توئی

هستی و پایندگی از تست بس! / مردگی و زندگی از تست بس!

جز تو کسی نیست بملک قدم / کز لمن الملک[1] فرازد علم

جامی اگر نیست ز بخت نژند / چون علم خسرویش سربلند

از علم فقر بلندیش ده / زیر علم سایهٔ پسندیش ده

مناجات چہارم در التجا و اعتصام بذو الجلال والاکرام در طلب توفیق در تحقیق این مقصود و مرام

ای ز کرم چاره گر کارها / مرهم راحت نه آزارها

روشنی دیدهٔ بینندگان / پردگی پردهٔ نشینندگان

عقده گشایندهٔ هر مشکلی / قبله نمایندهٔ هر مقبلی

توشه ده گوشه نشینان پاک / خوشه ده دانه فشانان خاک

بازوی تائید هنرپیشگان / قبلهٔ توحید پاک اندیشگان

شانه زن زلف عروس[2] بهار / مرسله بند گلو شاخسار

از نم لطفت که هوا ریخته / عقد در از گوش گل آویخته

(نسخہ: لطف)

[1] لمن الملک الیوم، یعنی خدائے تعالیٰ سب کی فنا کے بعد حشر میں فرمائے گا کہ آج کے دن کون مالک ملک ہے، پھر خود ارشاد ہوگا، للہ الواحد القہار ۱۲ [2] عروس دلھن، مرسلہ بضم اول وکسر سوم گلوبند، مرسلہ بند گلوبند بخشنے والا ۱۲ (آسی)

در دل محرم ز جمالت چراغ　　سینهٔ محروم ز تو داغ داغ
طاعت تو نغز تریں پیشهٔ　　فکرت تو مغز هر اندیشهٔ
پای طلب[1] راه گزار از تو یافت　　دست تواں قوت کار از تو یافت
بلکه تو ئی کارگر آستیں　　دست همه دست ترا آستیں
تا نه کنی تو نه انیسم ما　　تا نه دهی تو چه شناسیم ما
نیست دریں کارگه گیر و دار　　جز تو کسی کاید ازو هیچ کار
روی عبادت ز تو داریم بس　　چشم عنایت ز تو داریم بس
در کف ما مشعل توفیق نه　　ره به نهانخانهٔ تحقیق ده
اهل[2] دل از نظم چو محفل نهند　　بادهٔ راز از قدح دل دهند
رشحه‌ای ازاں باده بجامی رساں　　رونق نظمش به نظامی رساں
پست چو[3] خاکست بریز از نوش　　جرعهٔ از بزم گه خسروش

[1] پائے طلب یعنی تیرا طلبگار تیری مدد کے سوائے تجھے نہیں پا سکتا اس کو راستہ تو ہی بتاتا ہے آئندہ شعروں میں بھی یہی بیان ہے کہ فاعل حقیقی در اصل تو ہی ہے [2] یہاں اہل دل سے مراد شعرائے باخدا، یعنی شعراء جب کہ نظم کی محفل آراستہ کرتے ہیں تو دل کے پیالے سے شراب اسرار و رموز حاصل کرتے ہیں تو اسی میں ایک قطرہ جامی کو دیدے کہ اس کا مرتبہ نظامی کے برابر پہونچ جائے [3] پست چو خاک است، یعنی جامی خاک کی طرح پست ہے، یعنی جس راہ سے نظامی گزرے ہیں اسی راہ سے میں بھی گزرنا چاہتا ہوں خسرو ایسے بلند پایہ کے سر پر میں بھی ایک پھول لگانا چاہتا ہوں مراد یہ ہے کہ نظامی نے جو خمسہ لکھا ہے اور امیر خسرو نے بھی طبع آزمائی کی ہے میں بھی ویسی کتابیں لکھنا چاہتا ہوں ۱۲　　(آسی)

قافیہ آں جا کہ نظامی نواست | بر گذر از قافیہ جامی سزاست
بر سر خسرو کہ بلند افسرست | از کف درویش گلی درخورست
ایں[۱] نقص از ہمت دون من ست | وین ہوس از طبع زبون من ست
ورنہ از انجا کہ کرمہائے تست | گر بودم رشتۂ امید سست
صد چو نظامی و چو خسرو ہزار | باشدم از جام سخن جرعہ خوار
بر ہمہ در شعر بلندیم بخش! | مرتبۂ شعر پسندیم بخش!
پایۂ نظم ز ہمہ بگذراں | خاصہ بہ نعت سر پیغمبراں

نعت اوّل مبنی از تقدم حقیقت وے بر ہمہ حقائق امکانی بحسب مرتبۂ وجود روحانی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

اختر برج شرف[۲] کائنات | گوہر درج صدف ممکنات
جنبش اول ز محیط[۳] قدم | سلسلہ جنبان وجود از عدم
کلک عنایت چو رقم ساز کرد | از ہمہ پیش ایں رقم آغاز کرد

۱ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنی پست ہمتی اور عاجزی کی وجہ سے لکھا ہے ورنہ جہاں تیرا کرم شامل حال ہوا وہاں نظامی اور خسرو سے ہزاروں میرے جام سخن کے جرعہ خوار ہوں گے ۱۲ ۲ رسول اللہ کی نعت میں کہا ہے یعنی شرف کائنات کے برج کے ستارے آپ ہیں، یعنی شرف دنیا آپ ہی کی وجہ سے ہے ۳ یعنی دریائے قدم سے جو پہلی موج اٹھی وہ آپ ہیں یعنی اوّل مخلوقات و موجودات حضور ہیں ۱۲

مطلع دیباچۂ ایں ابجد ست　　　پیشتریں حرف کہ در احمد ست

نقطۂ وحدت چو قد افراختہ　　　از پے احمد الفے ساختہ

کرد چو قطر[1] آں الف مستقیم　　　دائرۂ غیب ہویت دو نیم

نیمی ازاں قوس جہانِ قدم　　　قوس دگر ممکن رو در عدم

بر ہدف انداختہ از دست پاک　　　زیں دو کماں تیر ز ہر شست پاک

صدرنشیں اوست دریں بارگاہ　　　کنت نبیاً[2] بود او را گواہ

بود ز رخ شمع نبوت فروز　　　آب ندیدہ گل آدم ہنوز

رفعت ازو منبر افلاک را　　　رونق ازو خطبۂ لولاک را

جز پے آں شاہ رسالت مآب　　　چرخ نزد خیمۂ زریں طناب

جز پے آں شمع ہدایت پناہ　　　ماہ نشد قبۂ ایں بارگاہ

---

[1] قطر وہ خط مستقیم جو مرکز پر سے گزر کر دو حصوں میں تقسیم کرے یعنی الف احمد نے قطر کی مانند ہاے ہویت کے دائرہ (ہ) کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک کو قوس (د) دائرہ قدم بنایا اور دوسرے کو ممکن یعنی رو در عدم بنایا، یعنی دنیاء فانی پیدا ہوئی، اور یہ ظاہر ہے جیسا کہ ایک حدیث مشہور ہے " لولاک لما خلقت الافلاک"

[2] کنت نبیاً، یہ بھی ایک حدیث ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ میں نبی تھا اور آدم اس وقت تک مٹی اور پانی میں تھے یعنی پیدا نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد تمام شعرا یہی مضمون لکھے ہیں کہ اوّل موجودات عالم رسول مقبول ہیں اور کچھ شعر چھیقی نعت میں پایئے ۱۲　　(آسی)

تا نه فروغ از رخش اندوختند	مشعلهٔ مهر نیفروختند
تا نه نظر بر قدش انداختند	قائمهٔ عرش نیفراختند
خندهٔ او جان بجهان در دمید	منصب احیا بمسیحا رسید
برق وی از وادی موسی بجست	لمعهٔ نور آمد و ز آتش برست
قامت طوبی ز قدش سایه ایست	سدره ز شاخ شجرش پایه ایست
رشحه ز جام کرمش سلسبیل	مرغ هوای حرمش جبرئیل
نور جبین ناصیهٔ پاک او	حبل متین حلقهٔ فتراک او
تا زدنش در چشم فتراک دست	عرش برین بر سر کرسی نشست
او چو خور و صبح ویست آفتاب	صبح ز خورشید بود نوریاب
گر نه فروغی ز رخش یافتی	صبح وی این نور کجا یافتی
هست درین دائره رسمی درست	تابش مهر از پس صبح از نخست
نور فشان دست چه پیش و چه پس	منبع انوار همین اوست و بس
جامی از آلایش خود دور باش	ذره صفت غرقهٔ آن نور باش

نعت دوم مبنی در صفت معراج که از آسمان رسالتش پایه ایست بس بلند و از آفتاب جلالتش سایه ایست بس ارجمند صلی الله علیه وسلم

یک شبی[1] از صبح دل افروزتر	وز شب و روز همه فیروزتر

[1] شب معراج کا بیان ہے اور آگے تمام شعر اس کے اوصاف کے ہیں ۔

طرهٔ او نافهٔ دولت کشائے　　غرهٔ او نور سعادت فزائے

بارقهٔ[1] لطف درخشاں درد　　ابر عنایت گہر افشاں درد

خواجہ[2] کہ آمد دو جہاں بندہ اش　　گرد مدد دولت پاینده اش

عشق[3] رگ جانش کشیدن گرفت　　دل پی جانانش طپیدن گرفت

بر مژه از اشک[4] رهِ خواب زد　　راهِ طلب از سرِ شتاب آب زد

چوں نم آں ابر کرامت نثار　　باز نشاند از رهِ مقصد غبار

قاصدے[5] از کشور نورانیاں　　پاک ز آلایش ظلمانیاں

آمد و آورد براقے چو برق　　پیکرے از نور قدم تا بفرق

اوج سپهر[6] شهاب اشہبے　　چرخ خرامے چو قمر مرکبے

رفتن او جستن[7] تیر از کماں　　جستن او جست طے مکاں

پیش نرفتے نظر[8] از گام او　　بود بہم جنبش و آرام او

گفت کہ اے ساقی ابرار خیز　　جرعہ بریں گنبد دوّار ریز

ساختہ[9] عرش بریں فرش را　　فرش قدم کن چو زمیں عرش را

---

[1] بارقہ یعنی روشنی ۱۲ [2] خواجہ کہ آمد الخ سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم [3] عشق الخ یعنی آپ یاد الٰہی میں مصروف تھے [4] بر مژه الخ یعنی آپ بحالت اشک افشانی سو گئے [5] قاصدے سے مراد جبریل علیہ السلام [6] یعنی شہاب ثاقب کی طرح بلندی پر چلنے والا [7] تیز روی کی صفت ۱۲ [8] نظر اُس کے قدم سے آگے نہ جا سکتی تھی اس کی جنبش اور آرام ملے ہوئے تھے یعنی فوراً سفر اور فوراً ختم [9] یعنی آپکی برکت قدم سے زمیں مائل عرش ہو اب عرش کو مائل فرش بنائیے ۱۲

راہ رو راست رو ما غوی — رہبر روشن نظر ما طغی

خلعت اسری بہ بر انداختہ — جامۂ شب رفتن ازاں ساختہ

پائے بر آوردہ بہ پشت براق — خواند بر آفاق کہ ہذا فراق — دُر

تافت ز بیت الحرم او را لجام — زد بطواف حرم قدس گام

بود از و گام نہادن ہماں — در حرم قدس ستادن ہماں

باز ازاں جا کمر عزم چست — روئے سفر کرد بقصر نخست

شد بدر خانۂ مہ آفتاب — یافت بیک حلقہ زدن فتح باب

رفت دراں خانہ بصد عز و ناز — خانہ نشیناں بہزاراں نیاز

سجدہ کناں بوسہ بپایش زدن — طبل و علا کوس ثنایش زدند

کائے بدرت ملک شدہ ملتجی — جئت الینا[1] و لنعم المجی

آمدی و آمدنت بس خوش است — دیدن روئے تو عجب دلکش است

خاک رہت بر سر ما تاج باد — ہر شب عمر شب معراج باد

خانہ بخانہ ہمیں رسم و راہ — سایۂ طوبی[2] شدش آرامگاہ

باز برافراخت ازاں جا لوا — زد بسرا پردۂ ثم استوی

ہم نفسش[3] زو نفس بود فوت — زد شرف ہم نفسی گشت فوت

[1] آپ ہماری طرف تشریف لائے، آپ کا آنا بہت اچھا ہے، مرحبا ۱۲ [2] طوبی ایک درخت آسمانی کا نام جس کی شاخیں ہر بہشتی کے مکان میں پہونچی ہوئی ہیں [3] یعنی حضرت جبرئیل نے آگے بڑھنے سے انکار کیا ۱۲ عبد الباری آسی

پائے ازاں پایہ فراتر نہاد — عرش بزیر قدمش سر نہاد

خرقۂ تن را ز تن جاں فگند — بر کتفش خلعت احساں فگند

آنکہ ازیں خرقہ مجرد شدہ — جاذبۂ شوق یکے صد شدہ

خیمہ بروں[۱] زو ز حدود و جہات — پردۂ او شد تتق نور ذات

تیرگی ہستی از و دور گشت — پردگی پردہ ازاں نور گشت

کیست کہ زاں[۲] پردہ شود پردہ ساز — زمزمۂ گوید ازاں پردہ باز

ہست ز پردہ بدر ایں گفتگوے — بہ کہ شود مختصر ایں گفتگوے

خواجہ دراں پردہ بدید آنچہ دید — وانچہ نباید بزباں ہم شنید

یافت[۳] اجازت کہ ز اقلیم راز — راحلہ راند بہ حریم حجاز

کرد گذر بر سر افلاکیاں — شد ز تواضع شرف خاکیاں

آمدہ بر ریگ[۴] حرم بسترش — گرم ہنوز از تن جاں پرورش

چوں طلبیدند[۵] ازاں گنج پاک — بہرۂ خود خانہ خرابان خاک

در دل ہر خانہ خرابی کہ خواست — ریخت نصیبی بہ نصابی کہ خواست

بود بیک لحظہ دراں نیم شب — آمدن و رفتن او اے عجب

---

۱ یعنی آپ جہات سے آگے گئے ۱۲ ۲ یعنی پردہ نور ذات کے متعلق کون لکھ سکتا ہے ۱۲
۳ یعنی وہاں سے پھر عالم دنیا کو واپس ہوئے ۱۲ ۴ یعنی آپ جو واپس تشریف لائے تو ہنوز آپ کا بستر گرم تھا ۵ یعنی زمیں والوں نے جو حصہ طلب کیا تو آپ نے جس کو جتنا حصہ جس نصاب سے چاہا دے دیا ۱۲ عبد الباری آسی

بود بے نورش زمین و زمانش	اہمالش	در سفر نور نہ گنجد زماں
عالم از آں نور بود مستنیر		دست بزن جامئ و دامانش گیر
بو کہ از آں جا بضیائے رسی		راہ بیابے و بجائے رسی

نعت سوم مبنی از بعض معجزاتش کہ از حد و عد متجاوز ست و نطاق نطق از احاطۂ آں عاجز صلے اللّٰہ علیہ وسلم

اے ز تو شق خرقۂ ماہ منیر		پیش تو مہر آمدہ فرماں پذیر
قصر نبوت بتو چوں شد بلند		کسر مقصورہ کسرے فگند
چتر فرازندۂ فرقت سحاب		سایہ نشیں چتر ترا آفتاب
سایہ ندیدت بزمیں ہیچکس		نور بود سایہ خورشید و بس
جانت ز آلایش تن پاک بود		سایہ نینداخت بریں خاک بود
دیدۂ تو ہم ز پس و ہم ز پیش		دیدہ چو چشم ہمہ عالم ز پیش
روی و قفا نیست ز تو ہیچ سوے		در نظرت ہست یکے پشت و روے
شمع دو نور از تو رسد جمع را		پشت و روے نبود شمع را
سنگ سیہ در کف تو سبحہ سنج		دل سیہاں ناشدہ زاں سبحہ سنج

[بیش]

۱ آپ کی ذات سراپا نور تھی اور سفر بھی نور کا تھا اور عالم نور میں وقت اور زمانے کی گنجائش نہیں ہوتی ۲ اس نعت میں آنحضرت کے اکثر معجزات کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے ان سب معجزات کا ذکر کتب سیر میں مفصل مذکور ہے ۱۲

بحر کرم موج زن از مشت تو — بقسم آن فرجهٔ انگشت تو
گرسنه و تشنه هزاران هزار — گشته ازان جرعه کش و لقمه خوار
نحل که بودش ز زمین سخت پا — جست بفرمودهٔ امرت ز جا
کرد بهر سو که تو خواندی خرام — ساخت بهر جا که تو گفتی مقام
بر در غاری که گزار تو بود — وز طلب خصم حصار تو بود
پرده چو بافت یکی جانور — بیضه برای چه نهاد آن دگر
تا نرسد زخم ز اهل خلاف — آمدت این بیضه گران درع باف
مائده کان نیم شبیت آمده — روزی از خوان ابیت آمده
یطعمنی طعمه و یسقینی آب — اینت گوارنده طعام و شراب
چون لب تو لقمه ز بزغاله کرد — لقمه بزیر لب تو ناله کرد
گفت که آلودهٔ زهرم مخور — گر چه شکر و تلخی زهر این شکر
قبضهٔ ریگی که فشاندی بکف — شد بصر بی بصرانش هدف
سرمه صفت نور بصر را کفیل — بود که شد در نظر خصم میل
جامی عاجز که نوا ساز تست — بسته لب از نکتهٔ اعجاز تست
گرچه گهروار چو تیغ آمدست — بلکه گهربار چو تیغ آمدست

خواست به نعتت گهر تابناک
ریخت ز رویش عرق خجلت بخاک

نعت چہارم در قیت باین نور الناس حضور از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ای بسرا پردۂ یثرب بخواب — خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب
رفتہ[۱] ز دستیم برون کن ز برد — دستی و بنمای یکی دستبرد
توبہ دہ از سرکشی ایام را — باز خر از ناخوشی اسلام را
مہدی مسیح[۲] از فلک آور بزیر — رایت مہدی بفلک زن دلیر
کالۂ دجال[۳] بنہ بر خرش — رو بہ بیابان عدم دہ سرش
افسر ملک[۴] از سر دونان بکش — دامن دولت ز زبونان بکش
باز پساں[۵] را بکش از پیشگاہ — داد ستم کش ز ستم کیش خواہ
خامۂ مفتی کہ چو انگشت آز — شد ز پی لقمہ ربائی دراز
دست سیاست بکش و بشکنش — ہمچو نی اندرین ناخن زنش
واعظ بیہ گو کہ بہ پستی ست بند — پایۂ خود کردہ ز منبر بلند
چون نہ بزرگست ز شرع سخن — منبر او بر سر او خرد کن

---

۱ رفتہ ز دستیم، یعنی ہم لوگ بالکل بیکار اور بے اختیار ہو گئے ہیں، اور اسلام عالم تباہی و بیچارگی میں ہے ۲ یعنی حضرت عیسیٰ جو زمانۂ آخر یعنی قرب قیامت میں پھر زمیں پر آئیں گے ان کو بلائیے، اور امام مہدی کا جھنڈا لہرا دیجئے ۳ دجال کا اسباب اس کے گدھے کی پشت پر ڈال کر اس کو عدم میں پہونچا دیجئے ۴ کمینوں سے تاج سلطنت چھین لیجئے ۵ جو لوگ پیچھے رہنے کے قابل ہیں اور آگے بڑھ گئے ہیں، اسی طرح اگلے شعروں میں مفتی۔ واعظ۔ بد علیوں۔ گوشہ نشینوں ان درویشوں کے لیے جو مکار ہیں وغیرہ وغیرہ سب کے لیے التجائیں کی ہیں ۱۲

صومعہ را قاعدۂ تازہ نہ / رخت خرابات بدروازہ نہ

بدعتیان را رہ سنت نمای / عزلتیان را در عزلت کشای

خرقۂ تزویر بصد پارہ کن / جان مزوّر ز تن آوارہ کن

شعلہ فکن خرمن ابلیس را / مہر شکن سبحۂ تلبیس را

گنج تو در خاک[له] نہان دیر ماند / نور تو غائب ز جہان دیر ماند

پرتو روی تو کہ ہست آفتاب / بود ازو کشور دین نور یاب

برق فراقت چو جہان سوز شد / مشعل یارانت شب افروز شد

مشعل شان گشت چو بی نور گرد / صبح ہدی را شب دیجور کرد

ظلمت بدعت ہمہ عالم گرفت / بلکہ جہان جامۂ ماتم گرفت

کاش فتد زاوج عزیمت رجوع / باز کند نور جمالت طلوع

دیدۂ عالم چو بروشن شود / گلخن گیتی چو گلشن شود

دولتیان[له] چونکہ علم برکشند / ظلمتیان را بعدم درکشند

جامی[له] ازاینجا کہ ہوادار تست / روی تو نادیدہ گرفتار تست

له آپ کی ذات کو خاک میں پوشیدہ ہوئے دیر ہوئی اور جب آپ عالم ظاہر سے باطن میں تشریف لے گئے تو آپ کے [illegible] بدعتیوں کو آپ جیسے راہ نمائی کی جب وہ نہیں رہے تو جہاں میں کفر و ظلمت کا دَور دورہ ہوا اور بدعت و ظلمت [illegible] نے گھیر لیا کاش اب پھر عالم دنیا میں تشریف فرما ہوں کہ طریقہ یہی ہے کہ جب دولتیوں کا زمانہ ہوتا ہے تو ظلمتی [illegible] عدم پر چھا جاتے ہیں کہ میں تیرا ہوا خواہ اور دوست ہوں اگر تو اجازت دے تو [illegible] ۱۲ عبد الباری آسی

گر لب جان بخش تو فرمان دہد　　بر قدمت سر نہد و جان دہد

نعت پنجم در آداب ضراعت امیدواران و طلب شفاعت گنہگاران

ای عربی نسبت و امی لقب　　بندۂ تو ہم عجم و ہم عرب

رشک[۱] خوری تافتہ از اوج ناز　　مغرب تو یثرب و مشرق حجاز

گرد سرت ابطحی و یثربی　　خاک درت مشرقی و مغربی

تیغ عرب زن کہ فصاحت تراست　　صید عجم کن کہ ملاحت تراست

گر بقلم غالیہ[۲] سا نیستی　　یا بخط انگشت نما نیستی

صبح تو گو دود چراغی مدار　　باغ تو گو پای کلاغی مدار

چون[۳] ز تو خوانند و نویسند ہم　　گر تو نخوانی ننویسی چہ غم

از تو سیہ[۴] راست سپیدی امید　　بہ کہ سیاہی نہ نہی بر سپید

خواندنت[۵] این بس کہ سخن راندہ　　دور روان را بخدا خواندہ

۱ه آپ رشک آفتاب ہیں آپکا مشرق ملک عرب اور مدینہ مغرب ہے ۲ه اگرچہ آپ بذات خود نہ کچھ لکھتے ہیں اور نہ پڑھتے ہیں مگر ۳ه آپ کا علم و عمل زندہ ہے اور اسی پر تمام زمانہ عامل ہے تو آپکے نہ پڑھنے اور نہ لکھنے کا کوئی غم نہیں ۴ه آپ سے سیاہ کاروں کو سپیدی کی امید ہے آپ کیوں سپید کو سیاہ کریں، یعنی کاغذ سفید پر سیاہی سے کیوں کچھ لکھیں ۵ه آپ کا یہی پڑھنا ہے کہ آپ نے زبان فصاحت بیان سے کچھ فرمایا اور دور کے چلنے والوں کو خدا کی طرف بلایا ۱۲ عبدالباری آسی

گوش[۱] جہاں گاہ خدا خوانیت ‏ ‏ درج گہر شد ز سخن رانیت

گوشہ[۲] ماندہ ازیں درج دور ‏ ‏ یا شررے نہ ہد ازیں برج نور

زاں نسزد تہمت ایں درج را ‏ ‏ زیں نرسد ظلمت ایں برج را

لعل لبت چوں شکر افشاں کند ‏ ‏ کشور جاں را شکرستاں کند

طوطی طبعم کہ ثنا خوان تست ‏ ‏ در ہوس یک شکر افشان تست

بو کہ کنم تازہ ثنا خوانیٔ ‏ ‏ زیں شکرستاں شکر افشانیٔ

خار جفا ریخت براہم گناہ ‏ ‏ لب بکشا عذر گناہم بخواہ

تا فتد ایں بار ز گردن مرا ‏ ‏ بوے رہائی رسد از من مرا

رستہ ز خود بوسہ بخاکت دہم ‏ ‏ رو بدر روضۂ پاکت نہم

خاطر گویا و زبان خموش ‏ ‏ از دل پر جوش بر آرم خروش

گویمت اے خواجہ فقیرم ببیں ‏ ‏ عجز نگونساری و پیریم ببیں

شد الف[۳] دال ز غمہاے ژرف ‏ ‏ لام ‏ ‏ گوش کن از حال من ایں یکدو حرف

آمدہ ام با ہمہ آلایشے ‏ ‏ منتظر بخشش و بخشایشے

دائرہ[۴] کش کردم از انگشت دست ‏ ‏ تا نزند دور فلک پشت دست

۱؎ لوگوں کے کان آپ کی خدا خوانی کے وقت آپ کے کلام بلاغت نظام کو سن کر درج گوہر ہو گئے

۲؎ اگر کوئی گوشہ اس ڈبے سے دور رہی یا کسی شرر نے اس برج میں نور نہ دیا تو اس ڈبے اور اس برج پر کوئی الزام نہیں آ سکتا

۳؎ شد الف۔ یعنی میرا قد غموں کی وجہ سے جھک گیا

۴؎ یعنی میں حصار کھینچ کر بیٹھا ہوں تا کہ ظلم آسمان سے بچا رہوں ۱۲ عبد الباری آسی

گردم آں دائرہ حصن امان || از خطر چرخ و جفائے زمان (خطائے)

از ہمہ آفات نشینم سلیم || بر در دربار تو جامی مقیم

در منقبت قطب الطریق غوث الخلایق خواجہ بہاء الملۃ والدین محمد البخاری المعروف بہ نقشبند قدس اللہ تعالےٰ سرہ العزیز

در خم[۱] ایں دائرۂ نقشبند || چند شوی بند بہر نقش چند

نقش رہا کن سوے نقاش رو || دیدہ بہر نقش چہ داری گرو

نقش چو پردہ[۲] ست تو زافسردگی || مائل پردہ شدہ از پردگی

برفگن از پردگی[۳] ایں پردہ را || گرم کن از وے دل افسردہ را

رستن[۴] ازیں پردہ کہ بر جان تست || بے مدد پیر نہ امکان تست

واں گہر پاک[۵] نہ ہر جا بود! || معدن آں خاک بخارا بود!

۱ مراد یہ کہ اس دائرۂ آسمانی کے نیچے تو ہر نقش کا کب تک گرویدہ رہے گا ۱۲ ۲ نقش کی حقیقت پردے سے زیادہ نہیں ہے اور تو پردے ہی کا شیدائی ہو گیا ہے، یہ تیرے دل کی افسردگی کا سبب ہے ۱۲ ۳ پردے کو پردے میں رہنے والے پر سے اُٹھا دے اور اپنے فسردہ دل کو گرم کر ۴ مگر اس پردے کو اٹھانا تیرے امکان میں نہیں اور یہ کام بغیر پیر کی مدد کے نہیں ہو سکتا ۱۲ ۵ اور پیر جو ایک گوہر پاک ہے صرف بخارا ہی میں مل سکتا ہے ہر جگہ نہیں مل سکتا ۱۲ عبدالباری آسی

سکہ[1] کہ در یثرب و بطحا زدند | نوبت آخر بہ بخارا زدند

از خط آں[2] سکہ نشد بہرہ مند | جز دل بے نقش شہ نقشبند

خواجہ کہ بستہ ز سر بندگی | در صف صفوت کمر بندگی

تاج[3] بہا بر سر دیں را نہاد | قفل ہوا از در دیں او کشاد

قطب یقیں نقطۂ توحید او | خلعت دیں خرقۂ تجرید او

سر فنا را بہ از و کس نگفت | دُرِّ بقا را بہ از و کس نسفت

اوّل او آخر ہر منتہی | آخر او جیب تمنا تہی

سایہ[4] او را قدم فرش سای | پایہ او را بسر عرش جای

صورت[5] او راست بمیزان شرع | جان ور از زندگی از جان شرع (زندہ)

حق طلباں را بنظرہائے خاص | دادہ ز اندیشۂ باطل خلاص

ہرکہ[6] بداں گنج عنایت رسید | رخت بدایت بنہایت رسید (کشید)

راہ نمائے سفر اندر وطن | خلوتے دائرۂ انجمن

---

[1] اشاعت اسلام پہلے یثرب و بطحا سے ہوئی اور آخرکار پھر بخارا سے [2] اس سکے کا نقش کسی کے دل پر نہیں بیٹھا جیسا کہ شاہ بہاءالدین نقشبند کے دل پر بیٹھا، اسکے بعد اشعار آئندہ میں خواجہ صاحب کی ثنا وصفت ہے [3] یعنی بہاء الدین ۱۲ [4] ظاہرا اس کا سایہ فرش پر ہے مگر اسکے مرتبے کی جگہ عرش پر ہے [5] اس کی صورت سراپا مطابق شرع ہے اور اس کی جان گویا شرع کی جان ہے [6] جو اس گنج عنایت تک پہونچا اس کی ابتدا انتہا ہو گئی یعنی وہ درجۂ کمال تک پہونچا ۱۲ عبد الباری آسی

کم زده بے ہمدمے ہوش دم — درنگر گشتہ نظرش از قدم

بسکہ ز خود کرده بسر عزمت سفر — باز نمانده قدمش از نظر

وقت توجہ[1] شده جسم چوں کماں — از چلہ خلوتیاں بر کراں

بیں کہ چساں کرد و صد قافلہ — صید کمانے و کماں بے چلہ

چوں ز نشاں ہا بہ عیاں آمده — محو نشانہاش نشاں آمده

یافتہ در طے مقامات خویش — بے صفتے را صفت ذات خویش

سلسلہ نسبت پیران او — عروهٔ وثقائے اسیران او

افگند آوازهٔ آں سلسلہ — در صف شیران جہاں غلغلہ

سفلہ کہ نامش بہ حقارت برد — نام خود از لوح بصارت برد

دیدهٔ خفاش بود روز کور — ورنہ ز خورشید نباشد نفور

طائر روحش[2] کہ ازیں کہنہ دام — سدره نشیں آمده طوبےٰ خرام

باد بہ فرخنده سفر مستقر — عند ملیک صمد مقتدر

(حاشیہ: زلزلہ — نفور — ایں — شخص نشده طوبیٰ خرام)

[1] توجہ کے وقت وه کمان کے مانند جھک کر بیٹھتے ہیں اور خلوتیوں کی چلے کی صورت سے علیحده رہتے ہیں، مگر پھر بھی دیکھیے کہ بغیر کمان اور چلے کے کیونکر انھوں نے دو سو یعنی بہت سے لوگوں کو بغیر کمان کے اپنا شکار بنا لیا ۱۲ [2] اس کا طائر روح جو طوبےٰ اور سدره کی طرف چلا گیا ہے خدا کرے کہ وه اچھے ٹھکانے میں اپنے خدائے حکمراں بے نیاز اور توانا کے رہے ۱۲

عبد الباری آسی

در دعائے دولت خواہی جناب ارشاد پناہی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ ادام اللہ تعالے ظلال ارشادہ علے مفارق الطالبین الی یوم الدین

زد[1] بجہاں دولت شاہنشہی
آنکہ زحیثر فقر آگہ است
کوکبۂ فقر عبید اللہی
خواجۂ احرار عبید اللہ است

روئے[2] زمیں کش نہ سرفی بود
یک[3] زرہ ناخن کہ بدست آیدش
در نظرش چو لبہ و یک ناخن است
کے برہ نقص شکست آیدش

سبحۂ[4] بحر احدیت دلش
باشد[5] ازاں سبحۂ تعبیر ایاب
صورت کثرت صدف ساحلش
قبہ نہ توئے فلک یک حباب

داد[6] ہ چو نم کلک گہر ریز را
شستہ ستم نامۂ چنگیز را

[1] زد بجہاں نوبت الخ یعنی ستارہ فقر عبید اللہ احرار ؒ نے دُنیا میں نوبت شاہی کی حالت پیدا کر دی ہو ۱۲ [2] یعنی اس بے پایاں زمیں کی اس کی نظر میں کچھ ایک ناخن کے برابر بھی وقعت نہیں ہے ۱۲ [3] فرض کر دم کہ یہ کل زمین اس کو مل جائے تو دراں حالیکہ وہ اس کو ناخن کے برابر بھی نہیں سمجھتے ان کے فقر کو کیا نقصان پہونچاے ۱۲ [4] دریاے احدیت کا لجہ یعنی وسط' یا قعر' دھارا اس کا دل ہے' اور عالم کثرت اس کے نزدیک ایسا ہے کہ جیسے کسی دریا کے ساحل پر کوئی سیپ پڑی ہو ۱۲ [5] اس بحر کہ جس کی گہرائی کا پتہ ہی نہیں چلتا تو تہ دالا آسمان ایک حباب معلوم ہوتا ہے ۱۲ [6] یعنی عہد چنگیزی سے جو ظلم رائج تھے وہ اس کے زمانے میں اس کے حکم سے منسوخ ہوئے ۱۲ عبد الباری آسی

خامهٔ او کرده ز نسخ رقاع / موخط نامهٔ ظلم از بقاع

رقعهٔ او نور ده هر سواد / بقعهٔ او ثانی خیر البلاد

تاجوران حلقه بگوش درش / یافته فر از رخ فرخ فرش

از لب شیرین چو شکر ریخته / قوت روان با شکر آمیخته

گشته ملائک مگس خوان او / راتبه خوار از شکرستان او

حلقهٔ اصحاب که گرد وی اند / بهره ور از دارو درو وی اند

دائرهٔ جمع هر امنیت ست / مرکز آن نقطهٔ جمعیت ست

هست بآن کعبهٔ صدق انتساب / نسبت شان سلسلهٔ زرناب

تا ابد این سلسله نگسسته باد / گردن ایام بدو بسته باد

در فضیلت مطلق سخن که در فضیلت وی مطلقاً سخن نیست

پیشترین نفخهٔ باغ سخن / هست نسیم چمن آرای کن

صبحدم آن نفخه که برخاست است / خشک و تر این چمن آراست است

زان نفس اول که قلم سر زده / سر ز نیستان عدم بر زده

گر چه قلم داد سخن داده است / بی سخن او هم ز سخن زاده است

چون ز سخن زاد سخن درگرفت / پرده ازین راز کهن برگرفت

هست سخن پرده کش رازها / زنده کن مردهٔ آوازها

نغمهٔ خنیاگر دستان سرای / مرده بود جز سخن جان فزای

چون سخن یار شود ساز او / جان بجز لبان وهد آواز او

هرکه نفس[1] را کند اثبات جان / جز سخن خوش نبود جان آن

هست نفس قالب و جانش سخن / این سخن از زنده دلان گوش کن

گرچه سخن هست گرهها بباد[2] / در گرهش بین گهر صد کشاد

هرگره از وی[3] گهر ملک بها / بسته دران گوهر دیگر گره

حرفی اگر زیر شود یا زبر / نیست گره بیش خرد جز گهر

نیست سخن[4] بسته این صوت و حرف / مرغ سخن راست نوای شگرف

هرچه فتد سر ازان در دلت / معنی نو گردد ازان حاصلت

پیش سخندان سخن ست این همه / جان سخن راچه تن ست این همه

لاجرم آنان که زکار آگهند / گفت بشان جهان را کلمات الله اند

انتہا

زانکه بایشان[5] منهی غیب از درون / مید هد اسرار نهانی برون

[1] یعنی سوائے سخن کے کسی میں طاقت نہیں کہ نفس کو باعث اثبات جان بنائے نفس بمعنی جان روح ۱۲ [2] سخن اگرچہ خیالی چیز ہے لیکن اس کو صرف گرہ برباد نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اس میں موتی ہیں ۱۲ [3] ہر گوہر اس گرہ میں ایک اقلیم کی قیمت رکھتا ہے اور پھر اس گرہ میں دوسری گرہ ہے غرضکہ یہ سلسلہ غیر متناہی ہے [4] سخن اس صوت وحرف کا محتاج نہیں اسلیے کہ مرغ سخن کی آواز نہایت عجیب اور بیرون از قیاس ہے ۱۲ [5] یعنی سخن ہی کے ذریعے سے اسرار غیب کی خبریں دی جاتی ہیں، مطرب خوش لہجہ سخن ہی سے آواز نکال سکتا ہے تمام نیلگوں سخن سے بھرا ہوا ہے ۱۲ عبد الباری آسی

مطرب خوش لهجه بایں در نواست / گنبد فیروزه بایں پر صداست
خیز[۱] بگلزار درون آ یکے / نرگس بینا بگشا اندکے
از پے گوشے که کند فهم راز / بیں دهن گل چو لب غنچه باز
سوسن آزاد زبان ده زبان / مرغ سحر خیز فغان در فغان
کاشف اسرار معانی همه / عرصه ده گنج نهانی همه
اینهمه خود هست ولے[۲] زادمی / کس نزده پیش در محرمی
چنگ سخن گرچه بسے ساز یافت / از دم او نغمهٔ اعجاز یافت
کشف حقائق بزبان ویست / حل دقائق ز بیان ویست
زر سخن[۳] را چو نمودم عیار / از سخن زر چه کشم بار عار
چوں فلک از آنکه ترازو نهی / زر مه و مهر بیکسو نهی
پلهٔ دیگر صدف دُر کنی / وز سخن همچو درش پر کنی
زر سبک پایه شود چرخ سائے / دُر گرانمایه نه جنبد ز جائے
جامی اگر هست ترا گوهرے / پائے شد[۴] آمد بکش از هر درے

---

۱ گلزار میں چلکر آنکھ کھول کر دیکھ گوش شنوا کی خاطر پھول کچھ راز اپنے لب سے بیان کر رہا ہے، سوسن اور مرغ سحر خیز شور مچا رہی ہیں، اور سب کے سب اسرار معانی کہہ رہے ہیں ۱۲ ۲ باوجود ان سب باتوں کے بھی انسان کی طرح کوئی محرم راز نہیں اور نہ اس سے پہلے اسرار معرفت کا عارف ہوا حقائق و معارف سب اسی کی زبان سے بیان ہوئے ۱۲ ۳ جب میں نے سخن کی بانگی دکھائی ہے تو اب اس سے کیا عار کروں، اگر تو ترازو بنائے اور زر ایک طرف رکھے اور دوسرے پلے میں گوہر سخن ہوں تو مہ و مہر کے زر کا پلہ آسمان پر پہنچے گا اور سخن کا پلہ جنبش بھی نہ کھائیگا ۱۲ ۴ شد آمد یعنی آمد و رفت ۱۲

بر زر هر سفله منه چشم آز — همچو صدف با گهر خود بساز

در فضیلت کلام موزوں که هر نوع از آں بحر بیت مشحون به لآلی مکنون و جواهر گوناگوں

اے پُر[1] از آوازهٔ کوس سخن — شاهد جانهاست عروس سخن

طرفه عروسی که ز زیور تهی — آید از و دلبری و دلدهی

چونکه به زیور شود آراسته — طعنه زند بر مه ناکاسته

چوں گهر نظم حمائل کند — غارت صد قافلهٔ دل کند

چوں کند از قافیه خلخال پا — پائے خرد مند بلغزد و زجا

چوں زد و مصراع کند ابرواں — رخنه فتد در دل پیر و جواں (شود قبله)

معنی رنگیں چو کند غازه اش — باغ شود دل ز گل تازه اش

منکه ز بهر شاهد و می زاهدم — عمر تلف کردهٔ ایں شاهدم

عقل حمائل که بجز جلوه داد — عقدهٔ صبر از رگ جانم کشاد

دل که گرانمایه ز اقبال اوست — طوق کش حلقهٔ خلخال اوست

ابروِ او گرچه نه پیوسته است — راهِ خلاصی به رخم بسته است

[1] یعنی اے آسمان کہ تو آوازۂ سخن سے پر ہے، عروس سخن شاہد جاں ہے اور یہ ایسی عروس ہے کہ بغیر کسی زیور و تکلف کے یہ دلبری و دلدہی کرتی ہے اس کے بعد سخن کی ایسی ہی تعریف ہے ۱۲

ماشطه[1] کار آرایشش آغاز کرد / غازه ز خون جگرم ساز کرد

روز و شب آواره کوی ویم / شام و سحر در تک و پوی ویم

شب که[2] مرا دل سوی او رهبرست / گر بسم از زانو و پا از سرست

از مدد همت والای خویش / بر سر کرسی چو نهم پای خویش

باز کشم پای ز دامان فرش / سر بدر آرم ز گریبان عرش

جامهٔ جسم از تن جان برکشم / خامه نسیان بجهان درکشم

بلکه ز جان نیز مجرد شوم / جرعه‌کش بادهٔ سرمد شوم

باده ز جام جبروتم دهند / نقل ز خوان ملکوتم دهند

ساقی سلسال و هم سلسبیل / مطرب هم آواز پر جبرئیل

ساقی و مطرب بهم آمیخته / نقل معانی همه جا ریخته

بهره چو برگیرم ازان بزمگاه / از پی رجعت کنم آهنگ راه

هرچه دهد دستم ازان خوان پاک / ریز کنم بهر حریفان خاک

بر طبق نظم نهم با ادب / بر نمط دلکش و طرز عجب

پردهٔ تشبیه و مجازش کنم / تحفهٔ هر محفل رازش کنم

جامی اگر اهل دلی گوش کن / سامعه را بدرقهٔ هوش کن

هوش برین تحفهٔ غیبی سپار / تا خرد نام نهد هوشدار (هوشیار)

[1] ماشطہ زینت دینے والی ۱۲ [2] وقت فکر شعر کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد فکر کے بعد جو نتائج حاصل ہوتے ہیں ان کا بیان ہے تا آخر داستان ۱۲ عبدالباری آسی

در تنبیه سخنوراں و هنرپروراں بدانچه در بایست در شعرست نامقبول طبع و مطبوع سماع افتد

قافیه سنجاں چو در دل زنند ¹ در رُخ تیره دلاں گل زنند

روئے چو در قافیه سنجی کنند پشت بریں دیر سپنجی کنند

تن بگدازند و همه جاں شوند کوه ببرند و سوکاں شوند

جانکنی و کاں کنی آئین شاں صیرفی گنج گہرچین شاں

اے که دریں کار جگر خوردهٔ ² گوهر گنجے بکف آوردهٔ

گوهر ایں کاں همه یکرنگ نیست ³ لؤلؤ عماں همه همسنگ نیست

گوهر لعل ⁴ از دل کاں می طلب هرچه بیابی به ازاں می طلب

هرکه بخس ⁵ کرده قناعت خسی ست به طلبی کن که به از به بسی ست

تا نشده از خوئے بدت ⁶ دل تهی کے رسد از نظم تو بوئے بهی

۱؎ یعنی شاعر جب فکر شعر کرتے ہیں، یہ مضمون چار شعروں تک ہے ۱۲ ۲؎ یہاں سے شاعروں سے خطاب ہے فرماتے ہیں کہ اے وہ شخص کہ تو نے سخن گوئی کے لیے محنت شاقہ برداشت کی ہے ۳؎ مطلب یہ ہے کہ فکر شعر کرتے ہوئے تمام شعر یکساں نہیں نکلتے ہیں، عمان ایک شہر کا نام ہے یمن میں چونکہ یہ شہر دریائے اعظم کے کنارے پر واقع ہے اس لیے دریا کا نام دریائے عمان رکھا ہے سعدی کا شعر ہے ع ز دریائے عماں برآمد کسے + سفر کردہ ہامون و دریا بسے ۴؎ مطلب یہ کہ فکر شعر کرتا رہ اور اچھے سے اچھے مضمون کا متلاشی رہ ۱۲ ۵؎ جو معمولی مضمون پر قانع ہوتے ہیں وہ ادنیٰ درجے میں رہ جاتے ہیں، بہتر کا خواہشمند رہ کہ بہت سی چیزیں بہتر سے بہتر ملتی ہیں ۱۲ ۶؎ اچھے مضامین کے لیے ایک یہ بھی شرط لگا دی ہے کہ پہلے تو اپنے اخلاق و عادات کو درست کرے کیونکہ اچھے برے عادات کا شعر میں اثر آتا ہے ۱۲

هر چه بدل هست ز پاک و پلید — در سخن آید اثر آن پدید

جیفه[1] چو بندد دهن جوی تنگ — آب روان گیرد ازو بوی و رنگ

چون گره نافه گشاید نسیم — غالیه بو گردد و عنبر شمیم

نظم که نسبت بگهر باشدش — به ز گهر باشد اگر باشدش

لفظ[2] جهان گشته و معنی غریب — لیک نه بیگانه ز فهم لبیب

قافیه کیاب[3] چو دیبای چین — وزن سبک سنگ چو ماء معین

نے رقم[4] کلک تکلف برو — نے کلف داغ تصلف درو

یافته[5] از صنعت وقت جمال — لیک نه بیرون ز حد اعتدال

شاهد پرورده بصد عز و ناز — بیش بمشاطه ندارد نیاز

بر رخش از غالیه مشک سای — خوب بود خال ولے یک دو جای

خال که از قاعده افزون فتد — بر رخ معشوق نه موزون فتد

خال جمالش بہ تباہی کشد — روے سفیدش بسیاہی کشد

---

[1] جیفہ = مردار، پلید = نجس ۱۲ [2] لفظ جہاں کی طرح ہیں اور معنی مسافر کی طرح، لیکن اسکے ساتھ شرط یہ ہے کہ اگر الفاظ کے ساتھ غریب معنی آئیں تو وہ بعید از فہم نہ ہونا چاہیے ۱۲ [3] قافیے بدیع اور بحر کا وزن نہایت رواں اور سبک ہونا چاہیے [4] تکلف اور تصنع یعنی آورد وغیرہ سے کام نہ لیا جائے، خود ستایانہ انداز نہ ہو ۱۲ [5] باریک بینی ہو مگر حد اعتدال سے زیادہ نہیں کیونکہ جیسے خوبصورت آدمی کو زیادہ بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح شعر کو ضرورت نہیں ہے، جیسے معشوق کے چہرے پر ایک دو خال تو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور باقی اس کے حسن کو خراب کرتے ہیں اسی طرح زیادہ تکلف شعر کو تباہ کرتا ہے ۱۲ عبد الباری آسی

این همه[1] گفتیم دلی زین شمار — چاشنی عشق بود اصل کار

عشق که رقص فلک از نور اوست — خوان سخن را نمک از شور اوست

جامی اگر در سر این شور نیست — خوان سخن گر نه نهی دور نیست

مرد کرم پیشه کجا خوان نهد — تا نه ز آغاز نمک دان نهد

چون نمک خوان سخن باشدت — چاشنی راز کهن باشدت

در کشف پردهٔ از حقیقت دل و دربیان آنکه دل در پہلوی اہل دل شود

گلبن جان[2] را که به گل کاشتند — آرزوی غنچهٔ دل داشتند

بڑ

چون[3] ز گل آن گلبن تر سر کشید — غنچهٔ نورستهٔ دل بر دمید

وه چه دران غنچه چو اوراق گل — هر چه در آفاق چه جزو و چه کل

بیاں

حسن مثال آیت تفصیل اوست — کون و مکان دفتر تفصیل اوست

چرخ فلک وانچه بود در خمش — وانچه خرد نام نهد عالمش

در سعت دائرهٔ دل گم ست — این همه چون قطرهٔ و دل قلزم ست

آن که خدائی همه گنجد درو — این همه پیداست چه سنجد درو

[1] شاعری کے لیے سوز عشق بھی ضروری ہے اگر یہ نہ ہو تو شعر بمنزلہ فضول ہے ۱۲
[2] جان کو قالب میں اس لیے ڈالا ہے کہ دل کو پیدا کیا جائے۔ جان کو پودے سے مشابہ کیا ہے ۱۲
[3] یعنی جب اس پودے میں غنچہ دل نمودار ہوا اس کے بعد کے شعروں میں دل کے صفات درج کیے ہیں ۱۲ عبد الباری آسی

اینکه پس پردهٔ تن پردگیست   دست خوش زندگی و مردگیست

مظهر اسرار دل آمد نه گل   مطرح انوار دل آمد نه گل

دل اگر این مهره بود گز گل ست   بڈ   فرق دُرین مهره ز خر مشکل ست

لاف خردمندی ازین مهره چند   خر هم ازین مهره بود بهره مند

هر که دُرین مهره چو خر دل نهاد   بڈ   دُر گران مایه بخر مهره داد

تا نکنی روی[1] بدریا دلے   جورت از گوهر دل حاصلے

تا نزنی خیمه به پهلوی پیر   همچو خر دل نشوی بهره گیر

هست[2] دلت بیضهٔ مرغ نکو   نے اثر جنبش و پرش درو

تا که به جنبش رسد انگه پرش   زیر پر پیر دهش پرورش

پیر که باشد شه کون و مکاں   خواجهٔ داد و ستد کن فکاں

تخت نشینی ز سر افگندگی   تاج سرش خاک در بندگی

تن شده چوں موی ز بیم و امید   مو شده از ظلمت هستی سپید

چوں مه نو لیک بجهد تمام   پشت دوتا کرده بخدمت قیام

جیب دلش مشرق انوار غیب   نور بکف کرده چو موسی ز جیب

---

[1] جب تک تو کسی دریا دل یعنی ولی کامل کی طرف رجوع نہ کرے اور مرشد کامل کی تلاش کرے ۱۲

[2] دل ایک بیضہ کے مانند ہے نہ جنبش کر سکتا ہے اور نہ اڑ سکتا ہے اس کے بعد دوسرے شعر میں کہا ہے کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اس میں جنبش اور پرواز پیدا ہو تو اس کو پیر کے نیچے رکھ اس کے بعد باقی شعروں میں پیر کی تعریف کی گئی ہے ۱۲ عبدالباری آسی

زندگیِ دل چو مسیح از دمش | سبزیِ جاں چوں خضر از مقدمش
طلعت او نور سعادت فشاں | خلعت او دامن دولت کشاں
علم یقیں بردہ[1] بہ جنبش علم | گشت وے از عین یقیں دیدہ کم
سینۂ پاکیزہ اش از کبر و کیں | حقّۂ پرگوہر حق الیقیں
صحبتش اکسیر مسِ ہر وجود | ہمنفسش ایثار کن بحر جود
جامی اگر نقد یقیں بایدت | جدّی و جہدی بہ ازیں بایدت
پا بکش از ہرچہ بود زاں گزیر | دامن اقبال چنیں پیر گیر

علم

صحبت اوّل با پیر روشن ضمیر در تاریکی شب ظن و تخمین و رسیدن بہ بواسطۂ وے بدولت علم الیقین!

دوش کہ چوں نور یقیں در گماں | روز شد اندر تتق شب نہاں

[1] یقین کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں، اوّل علم الیقین جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کا اس طرح یقین ہو کہ اس میں شک شبہہ کی گنجائش نہ ہو اس حالت میں کہ اس کو دیکھا نہ ہو دوسرا درجہ عین الیقین ہے کہ کسی چیز کی حقیقت و ماہیت پر اُس کے دیکھنے کے بعد یقین کامل رکھتا ہو، مثلاً آگ کا دور سے دیکھنا، تیسرا درجہ حق الیقین ہے کہ کسی چیز پر یقین اس طرح کرنا کہ خود اس میں داخل ہو، سب سے زیادہ قوی ہے ان سب کی مثالیں یہ ہیں، ایک شخص زہر کو جانتا ہے کہ وہ قاتل ہے یہ درجہ علم الیقین کا ہے، کسی نے زہر اُسکے سامنے کھایا اور وہ مرگیا یہ درجہ عین الیقین کا ہے؛ اگر خود زہر کھایا اور زہر کی سمیت نے اس پر اثر کیا یہ حق الیقین ہے ۱۲ عبدالباری آسی

پردهٔ شب روی زمین را نهفت ‌ ظلمت شک نور یقین را نهفت

برق هدایت ز سحاب کرم ‌ شعله برافراخت علم بر علم

چشم گشادند همه روشنان ‌ ظلمتیان را همه چشمک زنان

کامشب[1] ازان جا که طلبگاریست ‌ نی شب خفتن شب بیداریست

چشم[2] من از چشمک شان باز شد ‌ دولت بیداریم آغاز شد

روشنی[3] در دل تنگم فتاد ‌ تیرگی غفلتم آمد بیاد

آه تهمت[4] ز دلم تاب زد ‌ اشک تأسف بچشم آب زد

ورد

سر ز گریبان[5] وفا بر زدم ‌ دست بدامان دعا بر زدم

مهر دعا از گره مشت من ‌ بند گشا گشت هر انگشت من

دست طلب[6] بر فلک افراختم ‌ تیر دعا بر هدف انداختم

گفتمش ای قبلهٔ آزادگان ‌ راه نمای ز ره افتادگان

صنع تو اکسیر مس هر جاست ‌ فضل تو سرمایهٔ هر مفلسیست

[1] یعنی ستاروں نے اہل جہان کو اشارے کیے کہ یہ طلبگاری کی رات ہے، سونے کا نہیں بلکہ جاگنے کا موقع ہے [2] میری آنکھ ان کے اشارے سے کھل گئی اور میں جاگ اٹھا [3] میرے دل میں ایک روشنی ہوئی اور مجھے اپنی غفلت کا زمانہ یاد آیا ۱۲ [4] افسوس کہ آہ میرے دل سے نکلی اور عمر گذشتہ پر افسوس کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوگئے [5] میں نے گریبان وفا سے سر نکالا اور میں دعا مانگنے لگا [6] میں نے آسمان کی طرف دست دعا اٹھائے اور دعا کے تیر نشانے پر پھینکنے لگا ۱۲

همت دون رونق و نیسم ببرد — ظلمت شک نور یقینم ببرد

پیش رهم[1] رهبر دینی فرست — بهر سرم نور یقینی فرست

لب[2] ز دعا سیر نگشته هنوز — وقت تضرع نگذشته هنوز

ناگهم از دور چراغی نمود — در دل من نور فراغی نمود

شمع — پیشتر[3] آمد علم نور گشت — زنگ زدای شب دیجور گشت[4]

چون علم نور گریبان شگافت[5] — طلعت خضرش ز گریبان بتافت

خضر چه گویم که چو خضرش[6] هزار — بر سر چشمهٔ او جرعه خوار

آب — چشمهٔ خضر آتش سوداش[7] داشت — زندگی از جام مسیحاش داشت

چشم من القصه چو بر وی فتاد — شعله درین خشک شده نی فتاد

نور یقینم ز درون بر فروخت — خار و خس وهم و گمانرا بسوخت

زود بجستم چو مصلی ز جای — هیچو مصلاش فتادم بپای

---

[1] یعنی میں نے خدا سے کسی رہبر صادق کے لیے درخواست کی ۱۲ [2] میری دعا ہنوز تمام نہ ہوئی تھی اور میں تضرع و زاری سے فارغ نہ ہوا تھا کہ یہ حال ہوا جو اگلے شعروں میں بیان کیا ہے کہ یکایک مجھ کو ایک چراغ دکھائی دیا اور میرے دل کو ایک قسم کی فراغت ہوئی [3] وہ چراغ اور قریب آیا تو علم نور بن گیا اور اس نے شب تاریک کو روشن کر دیا [4] اس علم نور نے صورت خضر اختیار کی [5] بلکہ وہ طلعت مبارک خضر سے بھی زیادہ تھی اور خضر سے بہت سے لوگ اس کے سرچشمے سے جرعہ خوار تھے [6] چشمۂ خضر میں اس کے شوق کی آگ لگی ہوئی تھی اور اس کے جام مسیحائی سے اس کو زندگی ملی تھی، اس کے بعد کے شعروں میں اپنی حالت بیان کی ہے ۱۲ (آسی)

روی چو نعلین بپا سودمش — پای ز بس بوسه بفرسودمش
دست کرم کرد[١] به فرقم دراز — کای سر تو خاک براه نیاز
روی بمن کن که حبیب توام — نبض بمن ده که طبیب توام
ره که درین[٢] مرحله ام داده اند — خاص برای تو فرستاده اند
باز نما علت[٣] بیماریت — شرح ده اسباب گرفتاریت
گفتمش[٤] ای خضر مسیحا نفس — خضر و مسیحا توئی امروز و بس
از قدمت سبزهٔ عیشم دمید — وز نفست ذوق حیاتم رسید
عین شفا شد ز تو بیماریم — به ز صد اطلاق گرفتاریم
صحبت من دولت دیدار تست — شربت من لذت گفتار تست
رشد تو شد حجت ایمان من — نور یقین زد علم از جان من
آنچه رسید از تو بجان مستقیم — باشد ازان حجت و برهان عقیم
وانچه شدم از تو بآن ره شناس — منهج آن نیست دلیل و قیاس
بر من ازین پیش غم باری نماند — بر رخ مقصود غباری نماند
لیک ازین بیم ز پا اوفتم — کز تو مبادا که جدا اوفتم
اختر بختم متواری شود — صبح یقینم شب تاری شود

[١] پیر کی توجہ کا بیان ہے [٢] یعنی مجھے حضرت تیرے لیے بھیجا گیا ہے [٣] تا اپنی بیماری کا حال بیان کر [٤] یہاں سے اپنا حال بیان کیا ہے ۱۲

گفت کہ جامی مشو اندیشہ ناک　　چوں شدت آئینہ ز اندیشہ پاک
باش ہمیشہ زرہ دل بہ من　　آئینۂ ذات دار مقابل بہ من
تا ز فروغ کز من بر تو تافت　　دانش تو دیدہ شود دیدہ یافت
یافت ترا از تو رہاند تمام　　جملہ یکے یابی و بس والسلام

صحبت دوم با پیر صاحب تمکیں روشن شدن چشم مرید بنور عین الیقین

صبح کہ بر حاشیۂ ایں چمن　　زد علم نور فشاں نسترن
ریخت ازیں گلشن فیروزہ فام　　شاخ شگوفہ ورق سیم خام
باد سحر خیز گل افشاں رسید　　رخت سوئم بگلستاں کشید
جلوہ گہے یافتم آراستہ　　سوئے بسو جلوہ گراں خاستہ
بلکہ یکے صومعۂ بستہ صف　　اہل صفا گرد وی از ہر طرف
سبزہ مصلا ز گیا ساختہ　　گرد بہ گرد چمن انداختہ
سبز لباساں بہ خشوع تمام　　کردہ ببالائے مصلا قیام
مرغ چمن زمزمہ ساز ہمہ　　کردہ ادا ورد نماز ہمہ

لہ یعنی صبح ہوئی اور نور پھیلا، باد نسیم چلی اور میں باغ میں گیا ۱۲ ؎ میں نے ایک جلوہ گاہ دیکھی بلکہ وہ ایک عبادت خانہ تھا کہ اہل صفا اس کے گرداگرد صف باندھے کھڑے تھے ۱۲
؎ سبزۂ خودرو کا سبز مصلا بنایا تھا ؎ سبز لباسوں سے مراد درخت ؎ مرغان چمن جو چہچہے کر رہے تھے وہ گویا ان کا ورد نماز ادا کر رہے تھے ۱۲

جسته[1] چنار اشرف اوقات را / دست برآورده مناجات را

او بمناجات[2] چو تلقین شده / نسترن و یاسمن آمین شده

گل که به تجرید[3] بود رهنمون / نقد خود آورده ز خرقه برون

غنچه به تعلیم طریق[4] ادب / از سخن و خنده فروبسته لب

کرده بنفشه چو مراقب نشست / با قد خم داده سر افگنده پست

نرگس اکمه که همه دیده بود / گفت چو دیدش نه پسندیده بود

دیده جهان بین نشود جز بدوست / کور بود هر که نه بینا باوست

مکحلۂ لاله شده سرمه سای / میل ز مرد بدرون داده جای

یا بمیانش الفی[5] کرده راه / گشته پی نفی سیه لا اله

قمری و بلبل[6] زده راه سماع / مستمعان کرده بوجد اجتماع

[1] چنار نے یہ صبح کا بہترین وقت تلاش کیا تھا، اور مناجات کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے چنار کے پتوں کو شعرا پنجۂ دست سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲ [2] چنار مناجات کے لیے ہاتھ اٹھائے تھا اور چنبیلی اور سیوتی وغیرہ آمین کہہ رہی تھیں ۱۲ [3] پھول جو طریق تجرد کا قصد رکھتا ہے اس نے اپنے نقد کو خرقے سے نکال کر لٹانا شروع کیا تھا، مراد رنگ سفید سے ۱۲ [4] غنچۂ طریق آداب کی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش تھا، اور نہ ہنستا تھا نہ بات ہی کہتا تھا ۱۲ [5] لالہ کی ڈنڈی کو الف سے تشبیہ دی اور لالہ میں جب درمیان میں الف آیا تو لا الٰہ ہو گیا ۱۲ [6] قمری و بلبل راہ سماع کو طے کر رہی تھیں اور سننے والے وجد میں آ رہے تھے ۱۲

بر دف گل برگ جلاجل[۵۱] شده　　شاخ ز رقت متمائل شده

من بچنین[۵۲] وقت پُر از یاد پیر　　جان و دلم شاد با رشاد پیر

آتش شوقش ز درون شعله کش　　برده ز من صبر و سکون شعله وش

گرد چمن طوف کنان میشدم　　جامه دران نعره زنان میشدم

روئے نمود آدمی با جمال　　هست نه و نیست نه همچون خیال

چشم کشادم بتامل که کیست　　آمدنش سوی چمن بهر چیست

در دلم افتاد که پیر من ست　　صیقل مرآت ضمیر من ست

پرده دوری چو شد از پیش دور　　دیدمش آن موج فشان بحر نور

پیش دویدم[۵۳] که سلامٌ علیک　　روحی و جسمی و فؤادی لدیک

گفت جوابی که چو آب حیات　　داد ز اندیشه مرگم نجات

از لمعات رخ و نور جبیں　　چشم مرا ساخت چو دل تیز بیں

گشت مدد[۵۴] نور نظر نور دل　　گشت بصیرت به بصر منتقل

آنچه دل[۵۵] از پیش نداشته بود　　پیش بصر جمله هویدا نمود

---

۵۱ دف گل پر پتے جھانجھ کا کام کر رہے تھے اور شاخ کمزوری کی وجہ سے جھکی جا رہی تھی ۱۲ ۵۲ یہاں سے اپنی حالت کا بیان ہے ۱۲ ۵۳ میں دوڑا ہوا سامنے گیا اور کہا تجھ پر سلام ہو میرا جسم و روح اور میرا دل تیرے نزدیک ہے ۱۲ ۵۴ پیر کے نور نظر کی مدد میرے دل کا نور بن گئی اور میری بصیرت بصر میں منتقل ہو گئی ۱۲ ۵۵ یعنی جو اسرار میرے دل کو بھی معلوم نہ تھے وہ میری نظر نے دیکھ لیے ۱۲

دید که[۵۱] عالم ز سمک تا سما	نیست بجز واجب ممکن نما
هستی[۵۲] واجب یکی آمد بذات	هست تعدد ز شیون و صفات
کثرت صورت ز صفاتست و بس	اصل همه وحدت ذاتست و بس
بحر یکی موج هزاران هزار	رو در یکی آینه ها بیشمار
دیده چو شد بهره ور آن سان ز پیر	گفتمش ای خواجهٔ روشن ضمیر
دیده ز یمن نظرت یافتم	وز همه با یمن ترت یافتم
آنچه مرا ز ابر نوالت رسید	سبزه ز باران بهاری ندید
وانچه ز مهر دل و دیده تافت	ذره ز خورشید درخشان نیافت
مدح تو نی حوصلهٔ چون منست	منقبت جان نه حد هر تنست
گفت که جامی تو کجائی هنوز	باش که تا صبح تو آید بروز
راه سلوک تو بپایان رسد	دانش و دید تو بوجدان رسد

فارغ از این جسم و دل و جان شوی
هرچه بدیدی[۵۳] بیقین آن شوی

۵۱ یہ معلوم ہوا کہ عالم زمین سے لے کر آسمان تک سب واجب ہے جو بصورت ممکن دکھائی دے رہا ہے ۱۲ ۵۲ ہستی واجب بہ لحاظ ذات ایک ہے، مگر یہ تعدد صرف شیون و صفات کی وجہ سے معلوم ہو رہا ہے ۱۲ ۵۳ یعنی مظہر تو درجۂ عین الیقین سے حق الیقین پر فائز ہو جائے گا ۱۲ (آسی)

صحبت سوم با پیر حقیقت میں و یافتن مرید گوہر مقصود از تحفۂ حق الیقین

چاشت کہ خورشید علم بر فراشت
ظلمت سایہ بزمیں کم گزاشت

[۱] ہر علم از سایہ فزاید پناہ
جز علم خور کہ بود سایہ کاہ

خنجر زریں چو کشید از شکوہ
سایہ شد از دست گریزاں بکوہ

چہرہ برافروخت چو نیلی تتق
زیب دگر یافت افق تا افق

سایۂ ظلمت ز میاں دور شد
ظلمت سایہ ہمگی نور شد

من بچنیں روز زادبار خویش
ماندہ چو سایہ پس دیوار خویش

تنگ شدہ بر دل من شہر و کوے
طوف کناں تافتم از شہر روے

پاے نہادم بہ تماشا و گشت
رخت کشیدم سوے صحرا و دشت

عاقبتم گشت بدشتی کشید
کش نہ کراں بود نہ پایاں پدید

بادیۂ پہن چو صحن امل
دور چو از دیدۂ غافل اجل

[۲] بسکہ سر افراختہ گردباد
خیمۂ گردوں شدہ ذات العماد

صد گلہ گورش زمین و یسار
صد رمہ آہوش بہر مرغزار

ہرگز از آسیب شکار افگناں
آہو و گورش نشدہ تنگ زناں

بہر رہائی ز سگ تیز تاز
روبہش از حیلہ گری رشتہ باز

---

[۱] ہر علم کا قاعدہ ہے کہ وہ سایہ سے پناہ بڑھاتا ہے اور پیدا کرتا ہے سوائے علم خورشید کے کہ وہ سایہ کو گھٹاتا ہے ۱۲ [۲] چونکہ اس جنگل میں بگولے اٹھ رہے تھے تو خیمۂ گردوں میں تھنبے لگے ہوئے معلوم ہوتے تھے ۱۲

آنچہ از و[1] خواب برد ز اضطراب / دیدۂ خرگوش ندیدہ بخواب

کندہ و دانش ہمہ دندان آز / از جگر خویش شدہ طعمہ ساز

بود عجب بادیۂ دل کشائے / شوق در و قوت پا آزمائے

در ہوس سیر دمے می زدم / در طلبش قدمے می زدم

سیر من آخر بمقامے رسید / کز ظفرش مژدۂ کامے رسید

در پئے آں کام شدم گامزن / ناگہ و حضرت من آرام زن

تا بفلک رنگ یکے سبزہ زار / گرد چو خورشید یکے چشمہ سار

بر لب آں چشمہ وضو کردہ پیر / نور فشاں چہرہ چو بدر منیر

سبق نمودم بدعا و سلام / پیش گرفتم سبق احترام

گوش کرامت بخطابم نہاد / درج حقیقت بجوابم کشاد

لطف جوابش چو نسیم بہار / بند کشاد از دل من غنچہ وار

کرد چو ایں بند کشائی مرا / داد ز ہر بند رہائی مرا

رشتۂ من از گرہِ قید رست / بر گرہم گوہر اطلاق بست

قطرۂ ناچیز بہ بحر آرمید / ہستی خود را ہمگی بحر دید

در صدف بحر چو موج بخار / یافت ہمہ جلوۂ خویش آشکار

چوں پے گوہر سوئے دریا شتافت / ہیچ گہر جز گہر خود نیافت

[1] یعنی وہ چیز کہ اضطراب کی وجہ سے اسکی نیند اڑا دے خرگوش نے خواب میں کبھی نہ دیکھی تھی ۱۲

چون تماشا سو خود بنگریست | هیچ ندانست که جز بحر چیست
جامی اگر زانکه زدی دست و پای | تا که بدین بحر شوی آشنای
غرقهٔ بحر آمده غواص شو | طالب در و گهر خاص شو
در دلت از شعلهٔ حالیست هست | لائق آن حسن مقالیست هست
سوختهٔ شعلهٔ حالات باش | ساختهٔ شرح مقالات باش

مقالهٔ اول در آفرینش عالم که آئینهٔ جمال اسمای و صفات آفرینندهٔ سبحانه و تعالی

شاهد خلوتگه غیب از نخست | ۱ | بود پی جلوه کمر کرده چست
آئینهٔ غیب نما پیش داشت | ۲ | جلوه نمائی همه با خویش داشت
ناظر و منظور همه او بود و بس | ۳ | غیرت وی این عرصه نه پیمود کس
جمله یکی بود و دوئی هیچ نه | ۴ | دعوی مائی و توئی هیچ نه
بود قلم رسته ز زخم تراش | ۵ | لوح هم آسوده ز رنج خراش
عرش قدم بر سر کرسی نداشت | ۶ | عقل سر نادره پرسی نداشت
دائرهٔ چرخ بصد دخل و خرج | ۷ | بود محیط ورهٔ یک نقطه درج

۱ ذات پاک ایزد متعال اپنا جلوہ دکھانا چاہتی تھی مگر اسوقت تک وہ خود ہی ناظر اور خود ہی منظور تھی ۲ لوح و قلم اُس وقت تک کچھ پیدا نہ ہوئے تھے ۳ عرش و کرسی بھی نہ تھے اور عقل اوّل بھی موجود نہ تھا ۴ دائرہ چرخ ایک نقطہ میں درج تھا ۱۲ (آسی)

سقف فلک ناظم انجم نبود	۸	پشت زمین حامل مردم نبود
نطفۂ آبا بمضیق جہات	۹	بود مصون از رحم امہات
بود درین مہد فرو بستہ دم	۱۰	طفل موالید بخواب عدم
دیدۂ آں شاہد نابودہ بین	۱۱	معنی معدوم چو موجود بین
گرچہ ہمی دید در اجمال ذات	۱۲	حسن تفاصیل شئون و صفات
خواست کہ در آئینہ ہاے دگر	۱۳	بر نظر خویش شود جلوہ گر
در خور ہر یک ز صفات قدم	۱۴	رنگ دگر جلوہ دہد لاجرم
ر[illegible] نقش جہاں [illegible]	۱۵	باغچۂ کون و مکاں آفرید

Non existent things — the detail quality — qualities — Compendium of being — manifestations — to manifest new form — eternal attributes — Universe — Created

لہ نہ آسمان پر تارے تھے اور نہ زمین پر آدمی تھے ۱۲ ؎ آبا سے مراد آبا ے علوی یعنی نو آسمان یا سبعہ سیارہ، امہات سے مراد امہات سفلی یعنی عناصر اربعہ یا طبقات زمین، یعنی ہنوز یہ چیزیں موجود نہ تھیں، چونکہ سبعہ سیارہ یا آسمانوں کی گردش سے زمین متاثر ہوکر موالید ثلاثہ کو پیدا کرتی ہے لہذا اول کو آبا، دوم کو امہات کہا ہے اور موالید کا آگے ذکر کیا ہے، موالید ثلاثہ سے مراد جمادات، نباتات، حیوانات ۱۲ ؎ اس شاہد کی دیکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ، اور معدوم کے معنی موجود کی طرح دریافت کر ۱۲ ؎ اگرچہ اجمال ذات میں یہی باتیں وہ دیکھ رہا تھا اور مختلف شئون و صفات اس میں موجود تھیں ۱۲ ؎ مگر اس کی خواہش یہ ہوئی کہ دوسرے آئینوں میں اپنی نظر کو اپنا جلوہ دکھائے ۱۲ ؎ اور ہر ایک کے لائق صفات قدم سے دوسری طرح جلوہ کرے ۱۲ ؎ اسی لیے طرح طرح کے مناظر میں اپنا جلوہ دکھایا، جہاں کا باغ اور باغیچہ کون و مکاں پیدا کیا، اس کے بعد رنگا رنگی جلوہ کے متعلق اشعار لکھے گئے ہیں

از ازل این ہر دو ہم بودہ اند
جز بہم این راہ نہ پیمودہ اند

ہستی ما ہست پیوند شاں
نیست کسا و ہمہ جز بند شاں

حسن کش از عشق گرفتار نے
جنس نفیس ست خریدار نے

حکایت شیخ روزبہان قدس سرہ با بیوہ زنے کہ بیوۂ دل خود را شیوۂ مستوری می آموخت آتش حرمان بیدلاں رامی سوخت

روزبہان[1] فارس میدان عشق
فارسیاں را شہسواران عشق

پیش در پردہ سرائے رسید
از پس آں پردہ صدائے شنید

کز سر مہر و شفقت مادرے
گفت بخورشید لقا دخترے

کاے بجمال از ہمہ خوباں فرد
پائے مشو ہر دم از ایواں برون

ترسم از افزونی دیدار تو
کم شود آں شیوہ خریدار تو

در نرخ متاعے کہ فراواں بود
گر ہمہ جاں بود ارزاں بود

شیخ چو آں زمزمہ را گوش کرد
بر سر محبت ز دلش جوش کرد

بانگ برآورد کہ اے گندہ پیر
از دلت ایں پیچ ہوس کندہ گیر

حسن نہ آنست کہ ماند نہاں
گرچہ بود پردہ جہاں در جہاں

حسن کہ در پردۂ[2] مستوری است
زخم ہوس خوردۂ منظوری است

[1] ملا روزبہان ایک صوفی کامل تھے جنکی لکھی ہوئی تفسیر "عرائس البیان" بہت مقبول و معروف ہے ۱۲
[2] حسن جو پردۂ مستوری میں رہتا ہے ہر وقت اس کو یہ تمنا رہتی ہے کہ کسی نظر کا منظور ہو ۱۲

تا ندرد[۱] چادر مستوریش — جا نشود در نظر منظوریش

جلوه که هر لحظه تقاضا کند — بهر دلی وا که تماشا کند

تا ز غم عشق چو پیدا شود — کوکبهٔ حسن هویدا شود

جامی اگر زنده و بینندهٔ — در صف عشاق نشینندهٔ

سرمه ز خاک قدم عشق گیر — زنده به زیر علم عشق میر

who is the mirror of ... creation of

مقالهٔ دوم در بیان آفرینش آدم علیه السلام که آئینهٔ ذات و مظهر جمیع اسما و صفات آفرینندهٔ سبحانه و تعالی

of the purity of Adam

پیش که از ابر[۲] صفا نم نبود — ریشهٔ گل صفوت آدم نبود

hidden treasures — individually

بود جهان[۳] یک یک آئینه ها — بلکه سراسر همه گنجینه ها

Cash

بر سر[۴] هر گنج طلسمی دگر — نقد درو گوهر اسمی دگر

لیک نشانی ز مسمی نداشت — مظهر جمعیت اسما نداشت

شاه ازل خواست[۵] چنان مظهری — چید ز دریای قدم گوهری

... of the existence — picked up a pearl from

[۱] جب تک کہ پردہ مستوری باقی ہے حسن کو کسی نظر میں جگہ نہیں ملسکتی اور حسن جب تک حجاب کو نہ اٹھائیگا کسی آنکھ میں جگہ نہ پائیگا [۲] جب تک ابر صفات ایزدی نہ پھیلا تھا صفوت آدم کا گل بھی نہ پھولا تھا ۱۲

[۳] جہاں سراسر آئینہ کی بلکہ گنجینہ کی طرح تھا ۱۲ [۴] ہر خزانے پر ایک نیا طلسم بنا ہوا تھا اور اس کے اندر دوسرے گوہر تھے ۱۲ [۵] یعنی اللہ تعالے کی مشیت ہوئی کہ آدم علیہ السلام کو بنائے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" ۱۲

ساخت دلش مخزن اسرار خویش ۔۔۔ کرد رخش مطلع انوار خویش

هر چه عیان داشت برو شرح کرد ۔۔۔ هر چه نهان داشت درو درج کرد

شد ز ره صورت و معنی بهم ۔۔۔ مجمع بحرین حدوث و قدم

علم الاسماء[۱] رقم دفترش ۔۔۔ خمر طینت صدف گوهرش

گونهٔ گندم[۲] بادمش سپرد ۔۔۔ نامش ازان روی جز آدم نبرد

سایه بر اوج فلک انداختش ۔۔۔ سجده گه[۳] فوج ملک ساختش

جز سر فرتوت[۴] زرگان هر که بود ۔۔۔ چهره بخاک ره آن پاک سود

بزم کرامت ز رخش بر فروخت ۔۔۔ هر که رخش دید بران چشم دوخت

چون رخش از چشم همه دید بد ۔۔۔ نیل[۵] عصی آدم بروی کشید

باز بجانش ز پی دفع گزند ۔۔۔ تافت[۶] ز تاب علیه او فکند

تیرگی معصیتش دور شد ۔۔۔ ظلمت نیلش همه نور شد

[۱] مراد "علم آدم الاسماء کلہا" مصرع دوم میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں حکم ہوا ہے کہ آدم کی مٹی چالیس دن رات تک خمیر کی گئی ۱۲ [۲] یعنی آدم علیہ السلام کو گندم گوں بنایا اور اسی وجہ سے نام آدم ہوا کیونکہ ادمت گندم گونی کو کہتے ہیں اور اسی سے آدم مشتق ہے بعض کہتے ہیں کہ آدم کلمۂ عجمی ہے ۱۲ [۳] اشارہ ہے "لآدم" کی طرف ۱۲ [۴] فرتوت زرگاں سے مراد ابلیس کہ وہ خدا اور آدم سے جدائی کا خواستگار ہوا ۱۲ [۵] جب دیکھا کہ سب آدم کو نظر تیز سے دیکھ رہے ہیں تو دفع نظر بد کے لیے عصی آدم کے نیل کا ٹیکا ان پر لگا دیا ۱۲ [۶] پھر اس گزند کے دفع کرنے کے لیے "فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم" کی روشنی ڈالی ۱۲ (آسی)

accursed one = شیطان

سر ز وجودش بلطافت کشید — دور کمالش بخلافت رسید

کشور اسمائے الٰہی گرفت — مملکت نامتناہی گرفت

پرتو او بر زن و بر مرد تافت — ہر کہ ازو ہر چہ طلب کرد یافت

آئینۂ[1] شد کہ برو چشم کس — چون نظر انداخت خدا دید و بس

تا کہ نبود از دل ظلمت زدائے — شاہد و مشہود درو جز خدائے

اے گرہ بودہ در انگشت نہ — وز گرش پشت بہ پشت آمدہ

پشت وفا بر گہر[2] آدم مکن — دست جفا در کمر او مکن

حیف بود صورت آدم ترا — معنی شیطان شدہ ہمدم ترا

سہل[3] بود جلد کتاب کریم — بستہ بر افسانۂ دیو رجیم

دلق صفا در بر و زیر بغل — کردہ نہان دفتر زرق و حیل

گر گذرد صورت یوسف کہ چہ — صورت اگر نیست تاسف کہ چہ

اصل چو[4] معنی ست کہ بگذاشتی — دل بسوی فرع چہ برداشتی

---

[1] یعنی آدم پھر ایسا آئینہ بن گئے جس کسی نے انھیں دیکھا وہ خدا بین بن گیا ۱۲

[2] یہ ہر آدمی سے خطاب ہے کہ تو پشت آدم سے پیدا ہوا ہے اسکے گوہر عالی پر دھبا نہ لگا

[3] یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی جلد افسانہ شیطان پر باندھ دی گئی ہے

[4] یعنی اصل معنی کی طرح ہے وہ تو تو نے نظر انداز کر دی تو پھر فرع کی طرف توجہ کیوں کی ۱۲

قدر شناس گہر خویش باش — صیرفی سیم و زر خویش باش
گر زر[1] خالص شدهٔ خوش ترا — ورنہ چہ چاره است ز آتش ترا
آتشی از سوز[2] طلب بر فروز — ہر غل و غش را کہ بیابی بسوز
جوہر دل را ز غرض پاک کن — چشم خرد را ز غرض پاک کن
دامن جاں در کش از آلودگی — نیست در آلودگی آسودگی
بند ز تن بگسل و آزاده شو — نقش [illegible] دور کن و ساده شو
زاد مریداں ره آزادگی ست — شیوهٔ آئینہ دلاں سادگی ست
ساده دلے باش و پذیرنده ذات — پاک ز زنگ صور کائنات
تا چو ازیں مرحلہ بیروں شوی — ہم نفس شاہد موزوں شوی
پیش نگاری شوی آئینہ نہ — کش نبود ہیچ ز آئینہ بہ

حکایت مسافر کنعانی کہ بہر ارمغانی آئینۂ نورانی پیش حضرت یوسف نہاد

یوسف کنعاں چو بمصر آرمید — صیت وے از مصر بکنعاں رسید
بود دراں غمکده یکی دوستش — پر شده از مغز وفا پوستش
ره بسوے مصر جمالش سپرد — آئینۂ بہر ره آورد برد

[1] یعنی اگر تو زر خالص ہے تو مرحبا اور اگر ایسا نہیں ہے تو آگ میں پڑنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے
[2] اک آگ سوز طلب کی روشن کرکے اپنی کھوٹ کو جلا اور زر کو خالص کرلے ۱۲

یوسف از و کرد نہانی سوال / کای شدہ محرم بحریم وصال

در طلبم رنج سفر بردہ‌ئی / زین سفرم تحفہ چہ آوردہ‌ئی

گفت بہر سو نظر انداختم / ہیچ متاعی چو تو نشناختم

آئینۂ بہر تو کردم بدست / پاک ز ہر گونہ غبار یکہ ہست

تا چو بآن دیدۂ خود وا کنی / طلعت زیبات تماشا کنی

تحفۂ افزون ز لقائی تو چیست / گر روی از جای بجای تو کیست

نیست جہان را بصفائی تو کس / غافل ازین تیرہ دلانند و بس

جامی ازین تیرہ دلان ہیچ باش / صیقلی[۵۱] آئینۂ خویش باش

تا چو نمائی رخ ازین تیرہ جای / یوسف غیبت[۵۲] شود آئینہ نمای

مقالۂ سوم در بیان آنکہ آدمیت نہ بصورت ماء و طین است بلکہ بسعادت اسلام و دین و اول ارکان این سعادت اقرار بکلمتین شہادت است

اینکہ ورا[۵۳] دولت دین کم زنی / چند دم از نسبت آدم زنی

آدمی آنست کہ دینی دروست / محو گمان کردہ یقینی دروست

۵۱ صیقلی، یعنی صیقل کرنے والا ۱۲ ۵۲ تا کہ جب تو دنیا سے جائے تو یوسف غیب سے ملے اور وہ تجھے منہ دکھا سکے ۱۲ ۵۳ یعنی جب تجھے دین سے کوئی غرض اور واسطہ ہی نہیں ہے تو پھر تو اپنے آپ کو آدمی کیونکر کہتا ہے ۱۲

گر بود این[1] پیکر گل آدمی — ز در و دیوار ندارد کمی

بلکه فزون باشد از در نمود — بهرهٔ دیوار بسلک وجود

آدمی پشت بر ایام کن — روی بمعمورهٔ اسلام کن

پیش شریعت[2] رو اسلام سنج — میرسد ارکان حروفش به پنج

رکن نخستین[3] که شهادت بود — راه خلاف آمده عادت بود

هست[4] دو ره هر دو بهم متصل — گام زنان زین دو ره ارباب دل

آن[5] یکی اقلیم الهی گشای — شد بهدایت ره وحدت نمای

وین دگرت گنج فتوت نشان — پرده بر اظهار نبوت کشان

در نهایت نگری یک ره است — عاقبت هر دو ازان الله است

هست یکی ظرف نهایت شگرف — ناطقه اش ساخته از صوت و حرف

نیست بجز شهد سعادت در او — هر الف انگشت شهادت در او

دست[6] ازین شهد سعادت مدار — چون الف انگشت شهادت برآر

---

[1] اگر آدمی سے یہی مراد ہے کہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہے، تو پھر در و دیوار آپ سے کس بات میں کم ہیں بلکہ دیکھنے میں دیوار اس سے بڑی معلوم ہوتی ہے ۱۲ [2] راہ شرع پر چلنے والے اور اسلام پر عمل کرنے والے کے لیے اسلام کے پانچ حرف ہیں اور پانچ ہی اس کے ارکان ہیں ۱۲ [3] پہلا رکن شہادت ہے یعنی کلمۂ "اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ" [4] دو راستے ہیں اور دونوں ملے ہوئے ہیں جن میں اہل دل چلتے ہیں [5] ایک راستہ شہادت وحدت و اقرار توحید دوسرا اقرار رسالت "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" آگے شہادت کی تعریف کلمہ ۱۲

بوکہ ز منشور سعادت نویس — یابی ازیں شہد بیک انگشت لیس
خامہ بہر صفحہ کہ بنگاردش — از مگس نقط نگہداردش
یعنی ازیں شہد کہ صافی فتاد — ہر کہ مگس طبع بود دور باد
لام الفش ہست[۱] دریں سنگلاخ — گردن دیوان ہوا را دو شاخ
بلک چو پرکار روش آمد پدید — خط عدم گرد دو عالم کشید
آلت قطع آمدہ مقراض وار — تا ببری زانچہ نباید بکار
چوں ز دو انگشت شوی تیز دست — قید تعلق ببر از ہرچہ ہست
چرخ کہ آمد بتو مقراض دہ — اطلس او در دم مقراض نہ
تا بود از ہمت والائے تو — خلعت توحید ببالائے تو
شاہدے ہرجا کہ بود دلفریب — یافتہ زیں خلعت اثبات زیب
بیشۂ توحید[۲] دریں دامگاہ — شیردلاں را بود آرامگاہ
شیردلے روشے[۳] دریں بیشہ کن — ہمدمی شیردلاں پیشہ کن
با ہمہ ہم بیشہ و ہم پیشہ باش — یکدل و یکرنگ و یک اندیشہ باش
روئے دراں کن کہ ترا روئے داد — صید در امید برو بیت کشاد

۱؎ مراد لام الف کلمۂ شہادت سے ہے کہ وہ دیوان ہوا کے لیے دو سینگوں کا کام دیتا ہے اسی صورت سے کلمہ لا کی آگے بھی تشبیہات قائم کی ہیں ۱۲

۲؎ اس دنیا میں بیشۂ توحید شیر دلوں کے آرام کی جگہ ہے ۱۲ ۳؎ اگر تو شیر دل ہے تو اس دامگاہ میں شیر دل کے ساتھ رہ ۱۲

چشم بر آں نہ کہ زر و زخت	روشنیٔ چشم جہاں بین تست
دست دراں زن کہ از و شد بپائے	قامت قدرت بفلک فرق سائے
صانع بیچوں کہ ترا آفرید	با تو بگویم کہ چرا آفرید
تا بشناسیش بہ نعت یکے	نے کہ یکے از کمی و اندکے
بلکہ یکے زاندک و بسیار بیش	صد قدم از اندک و بسیار پیش
چوں بشناسائیٔ او بے بزی	پیش نہی پائے پرستش گری
روئے بہ محراب عبادت کنی	کسب بہائے سعادت کنی
ہر چہ کند بندہ بروں زیں دو کار[1]	آخر ازاں کار شود شرمسار
رخت بسر حدِ ندامت برد	داغ ندامت بقیامت برد
شعلہ زند از دل محنت قریں	آتش آہش ابدالآبدیں

حکایت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہ نکتۂ حکمت از حجاج بن یوسف در ظلمات ظلم او مشاہدہ نمود

از حسن بصری[2] ناقد بصر	نکتۂ آرند عجب مختصر

[1] زیں دو کار، یعنی کسب بہائے سعادت اور عبادت کے علاوہ بندہ جو کچھ کرے اس سے شرمندگی حاصل ہوگی ۱۲

[2] حسن بصری بصرے کے رہنے والے ایک مشہور و معروف بزرگ کا نام تھا ان کا بیان کیا ہوا نکتہ ہے ۱۱

کز دل محنت زدہ گردم فشاند	آن نفس پاک کہ حجاج راند
گفت فضولے کہ نہ در بندگی	کز پے آن داد خدا زندگی
ساعتے از عمر بپایاں برد	گرچہ در آں ملک سلیمان برد
شاید اگر داغ بجانش نہند	مالش محرومی از آنش دہند
بیش و می آید الم جاں گداز	سوز دا زاں حسرت دور و دراز
ہمچو حسن ہر کہ بود ہوشمند	گوش کند از لب حجاج پند
حکمت نو یافتہ ہر جا بود	گم شدہ خاطر دانا بود
گرچہ بیاید بر ہش بے طلب	گیردش از خاک بدست ادب
گوہر گنجینۂ جاں سازدش	در صدف سینہ نہاں سازدش
جامی اگر خلق تو آمد حسن	از لب ہر ظالم حجاج فن
نکتۂ حکمت چو رسد گوش کن	ظلم رسانندہ فراموش کن

ف۱ وہ فرماتے ہیں کہ حجاج نے ایک ایسی عمدہ بات کہی جس سے میرا دل محنت زدہ صاف ہوگیا
ف۲ وہ بات جو حجاج نے کہی یہ تھی کہ اگر تو بندگی میں نہیں ہے تو فضول ہے اس لیے کہ تیرے خلق ہونے کا منشاء یہ ہی ہے ۱۲ ف۳ یعنی جو اپنی عمر کا ایک ادنیٰ حصہ تلف کرے پھر اگرچہ اس میں ملک سلیمان کیوں نہ اُسے حاصل ہو ۱۲ ف۴ تو یہ چاہیے کہ ایک داغ افسوس اس کی جان پر رکھیں اور اس داغ سے اس کو محرومی کی مالش دیں ۱۲ ف۵ نئی حکمت جہاں سے جب بھی دستیاب ہو وہ خاطر دانا میں گم ہو جاتی یعنی جگہ کر لیتی ہے ۱۲ ف۶ اگرچہ وہ حکمت بغیر طلب کے اس کو حاصل ہو مگر وہ از راہ ادب اُس کو حاصل کرے گا ۱۲ ف۷ اور اُس حکمت کو اپنے خزانہ جاں کا ایک گوہر بنا لے گا ۱۲

مقالهٔ چهارم در اقامت نمازهای پنجگانه که پنجهٔ طاقت قوی پنجگان را تاب مشقت داده است و جبین عشر گردن بلندان را بخاک مذلت نهاده

ای شده[1] رخنه صف طاعت ز تو	مانده تهی سلک جماعت ز تو
پنبهٔ غفلت چو ترا بست گوش	سود نکردت ز مؤذن خروش
نعرهٔ او خواب ترا کم نکرد	قامت او قدر ترا خم نکرد
میل نمازت به جوانی نبود	پشت دوتا کرده به پیری چه سود
پشت چو محراب خمیده ترا	روی به قبله نرسیده ترا
پنج نماز است به از پنج گنج	به که بدین پنج شوی گنج سنج
پنجهٔ خود ساز بدین پنج سخت	پنجهٔ ابلیس بدر لخت لخت
بهر تو پنجاه[2] به پنج آمده	طبع تو زین پنج به رنج آمده
گر نکنی رنجه بدین پنجه اش	کی بودت طاقت سرپنجه اش
شیر دلی پنجه ازین پنج کن	شاخ هوا را بکن از بیخ و بن
شاخ هوا را نشود بیخ سست	تا ندهی نم ز طهارت[3] نخست

[1] مصنف نے رکن شہادت کے بعد رکن نماز کا بیان شروع کیا ۱۲ [2] اشارہ ہے اس طرف کہ پہلے نمازیں زیادہ فرض ہوئی تھیں جو گھٹتے گھٹتے رسول اللہ کی سفارش سے پانچ رہ گئیں، فرماتے ہیں کہ پچاس میں سے پانچ رہ گئی ہیں اور تجھے ان کے ادا کرنے میں بھی تامل ہے، آگے لفظ پنج کو طرح طرح سے سمجھایا گیا ہے ۱۲ [3] مراد وضو ۱۱

دست بشو بهر تمسک بخیر / روے ز پندار توجه بغیر

از کف مسح بسر تاج نه / پاے چو شد دست بمعراج نه

تا چو بمعراج ترا ره شود / دست شیاطیں ز تو کوته شود

وقت سیاست پے ادبار شاں / پا بمعراج تو بس دار شاں

دیں ترا نیست ستوں جز نماز / بهر قیامش چو ستوں قد فراز

پشت تو آں دم که ز طاعت دوتاست / از پے ایں خیمه ستونے ست راست

مسجد تو شد[۵۱] همه جا سنگ و خاک / خاک شد از بهر تو چوں آب پاک

تا ره طاعت[۵۲] شود آساں ترا / زاں نشود طبع هراساں ترا

لیک تو از کاہلے و جاہلے / همچو خراں مانده در آب و گلے

پاے امل از گل طینت برآر / چشم خرد بر زر و زینت مدار

زینت تو بس کمر بندگی / تاج تو در سجده سرافگندگی

رفته عمر[۵۳] تو رہین فناست / دولت آینده که داند کراست

---

۵۱ پہلے ادیان و ملل میں قاعدہ تھا کہ نماز کے لیے مخصوص جگہیں تھیں، مگر شریعت محمدی میں ہر جگہ نماز جائز ہے، دوسرے مصرع کے معنے یہ ہیں کہ جہاں پانی پر دسترس نہ ہو یا پانی دستیاب نہ ہو وہاں تیمم جائز ہے ۱۲ ۵۲ یعنی مٹی کو آب کی خاصیت اس واسطے دی گئی ہے، یعنی تیمم اس لیے جائز ہوا کہ تو بآسانی عبادات و فرائض کو ادا کرتا رہے ۱۲ ۵۳ جو عمر کہ گزر چکی وہ رہین فنا ہو چکی دولت آئندہ کے متعلق کسے معلوم ہے کہ وہ کس کے نصیب کی ہے یعنی آئندہ کی زندگی اور موت کی خبر کسے ہے ۱۲

شاہد وقت تو ہمیں ساعت است — خوب تریں زیور آں طاعت است

شرم تو باد[1] اکہ ببالا و پست — سجدۂ طاعت بروش ہر چہ ہست

تو کنی از سجدۂ او سرکشی — ہر کہ ازیں شیوہ قدم در کشی

ساق ادب[2] بر زدہ عرش بریں — بر در طاعت شدہ کرسی نشیں

چرخ فلک خرقۂ ازرق بہر — بستہ چو جوزا پے خدمت کمر

دوختہ شب تا بسحر در رکوع — دیدۂ انجم بزمین خشوع

سبحۂ پروین ز کف آویختہ — اشک ستارہ بہ سحر ریختہ

ماہ زدہ بر در او کوس مہر — مہر بخاک در او سودہ چہر

جنبش ارکاں بسوئے تحت و فوق — از کشش اوست بزنجیر شوق

کار جماد است پے حی پاک — قعدۂ طاعت بمصلائے خاک

وصف نباتست نمودن قیام — بر در قیوم جہاں بر دوام

ہیئت حیواں برکوع ستاست — دائم ازانست کہ پشتش دوتاست

ورنہ بود میل سجودش چرا — سر بزمیں سے برد اندر چرا

خیز[3] تو ہم برگ تعبد بساز — جمع کن ایں چند عمل در نماز

[1] تجھے شرم کرنا چاہیے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز عبادت الٰہی میں محو و مصروف ہے
[2] یعنی عرش بریں تک زانوے ادب تہ کرکے طاعت گزار بنا ہوا ہے، اسی طرح آسمان اور شب اور ستاروں، چاند، سورج وغیرہ کو عبادت گزار قرار دیا ہے ۱۲
[3] یعنی جب یہ سب چیزیں مصروف طاعت خداوندی ہیں تو تو بھی عبادت گزار اور نماز گزار ہو جا ۱۲

تا ز پریشانی ظاہر رہی	مانده	راہ بہ جمعیت باطن بری
جمع نشینی بمقام حضور		از خود و از ہستی خود گشتہ دور

حکایت پیکان کشیدن از شیر راست و کیش ولایت علی کرم اللہ وجہہ در وقتیکہ از کشاکش کمان مجاہدہ بر نشان مشاہدہ افتادہ بود!

شیر خدا شاہ ولایت علی		صیقلی شرک خفی و جلی
روز احد چون صف ہیجا گرفت		تیر مخالف بہ تنش جا گرفت
غنچۂ پیکان[۱] بہ گل او نہفت		صد گل محنت ز گل او شگفت
روے عبادت سوے محراب کرد	نقشبند افزا	پشت بدرد سر اصحاب کرد
خنجر الماس[۲] چو بید آختند		چاک تنش چون گلش انداختند
غرقہ بخون غنچۂ زنگار گون		آمد از ان گلبن احسان برون
گل گل خونش[۳] بمصلا چکید		گفت چو فارغ ز نماز آن بدید
کاین[۴] ہمہ گل چیست تہ پاے من		ساختہ گلزار مصلاے من

[۱] یعنی آپ کے بدن مبارک میں تیر کا پیکان چبھ کر رہ گیا اور اس سے آپ کو بڑی زحمت اٹھانی پڑی ۱۲ [۲] خنجر سے جسم مبارک چاک کر کے تیر کو نکال لیا ۱۲

[۳] خون جو جاے نماز پر ٹپکا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز کے بعد وہ خون ملاحظہ فرمایا ۱۲ [۴] کہ تو دریافت کیا کہ یہ تمام خون میرے پانوں کے نیچے کیا ہے ۱۲

صورت حالش چو نمودند باز　　گفت کہ سوگند بدانای راز

کز الم تیغ[1] ندارم خبر　　گرچہ ز من نیست خبردار تر

طائر جان سدرہ نشین[2] شد چہ باک　　گر شودم تن چو قفس چاک چاک

جامی از آلائش تن پاک شو　　در قدم پاک روان خاک شو

باشد از آن خاک بگردی رسی　　گرد شگافی و بمردی رسی

مقالۂ پنجم در اشارت بروزۂ ماہ رمضان کہ نور بخش بدر الفیضان ہم روح را

شمع انجمن فروز است ہم نفس را برق خرمن سوز

ای ز پی طبل شکم[3] ہیچ نای　　جملہ گلو گشتہ ز سر تا بپای

کار تو از ہر چہ تصور کنی　　نیست بجز آں کہ شکم پر کنی

حرص تو لقمہ نہ بانصاف زد　　دایہ ترا بہر شکم ناف زد

چند کشی رنج شکم از گزاف　　گر نزدت دایہ برین شیوہ ناف

ساز چو نافہ شکم[5] خویش خشک　　بو کہ دمد از نفست بوی مشک

---

[1] لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا ۱۲ [2] کہ مجھے معلوم نہیں کہ کس وقت خنجر یا تلوار سے جسم چاک کر کے تیر نکالا گیا ۱۲ [3] میرا طائر جان سدرہ نشین ہے اب اگر جسم کو چاک کر دیا جائے تو مجھے کوئی غم نہیں ہے ۱۲ [4] یعنی تو نے کی مانند طبل شکم کے لیے سراسر گلو بن کر رہ گیا ہے اور سوائے شکم پُری کے تیرا کوئی اور کام نہیں ہے ۱۲ [5] ذرا اپنے اس پیٹ کو خشک کر شاید کہ پھر تیرے سانس سے بوے مشک نکلے ۱۲

نکہت[۱] روزہ زلب روزہ دار ‌ ‌ بہ بود از نافہ مشک تتار

معدہ معد کردہ پے نان و آب ‌ ‌ کے شوی از قوت رواں بہرہ یاب

باطنت از نفس ہوا ممتلی ‌ ‌ چوں رسدت لذت الصوم لی

اشارت

ہر چہ[۲] پئے اہل شرع بشارت دہ است ‌ ‌ از ہمہ حرف انا اجزی بہ است

شعلہ ز دوزخ چو شود تیغ زن ‌ ‌ یا شرر رشک ناوک خذلاں فگن

روزہ کہ گرد آمدہ در وقت سر ‌ ‌ چوں سپر نور شود در سترا

حرص و شرہ دوزخ پر آتش است ‌ ‌ مہر زدن بر در دوزخ خوش است

روزہ بود مہر زدن بر درش ‌ ‌ مہر بزن تا برہی از شرش

زلبش

چوں خرکناس بصد ناخوشی ‌ ‌ خوے گرفتی بہ نجاست کشی

با من ازیں[۳] نکتہ چہ باشی درشت ‌ ‌ تو بشکم می کشی واو بہ پشت

ماہ نو[۴] روزہ بہ بیں از افق ‌ ‌ کابرو حور است ز نیلی تتق

---

۱ روزہ دار کے منہ کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے، واضح ہو کہ یہ مصنف نے اسلام کا تیسرا رکن بیان کیا ہے ۱۲ ۲ یعنی شرع نے روزہ دار کے لیے جو جو ثواب تجویز فرمائے ہیں اس میں سے ایک یہی کافی ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار کی جزا میں ہوں ۱۲ ۳ خرکناس (خاکروب) سے بے روزہ دار کی تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ تو میری یہ بات سُن کر بگڑتا کیوں ہے بس اتنا ہی تو تجھ میں اور خرکناس میں فرق ہے کہ تو پیٹ سے بوجھ اُٹھاتا ہے اور وہ پیٹھ سے ۱۲

۴ ہلال ماہ رمضاں کو دیکھ یہ گویا آسمان کے پردۂ نیلی سے حور کے ابرو نظر آرہے ہیں ۱۲

می کند ایما[1] کہ لب از بہر ما	مہر کن اے مہر لبت مہر ما
لب چو[2] بہ بندی ز طعام و شراب	در حرم ما شود فتح باب
طرفہ کلیدے کہ درین تنگنائے	ہا و بہ بند آمد و جنت کشائے
سہ صد و شصت ست از روز سال	بیش ز کم خواری یک سی مثال
گر ز تو یابد یک[3] ازین سی شکست	حلق ز کفارتت افتد بہ شصت
کردہ قضا دین ترا غارت ست	کشت ز ادا روے بکفارت ست
گرسنگی طعمۂ خوان رضاست	تشنہ لبی شربت جام صفاست
روزۂ خاصان نہ ہمین ست بس	بلکہ بریدن بود از ہر ہوس
ہرچہ نباید کہ بجوئی مجوی	ہرچہ نشاید کہ بگوئی مگوی
چشم مکن باز بنا دیدنی	گوش بپرداز ز نشنیدنی
دست میالاے بشغل دغل	پاے مفسائے براہ امل
علم و عمل را ز ریا پاک کن	سینہ دل از غیر خدا پاک کن
نیست ترا قبلۂ دین جز خدائے	ہیچ مدان ہیچ مبین جز خدائے
ہرچہ نہ ذکر ویست ازاں لب بہ بند	وانچہ پسندش نبود کم پسند

آیہ

[1] اور وہ اشارہ کر رہی ہے کہ ہمارے لیے ہماری خاطر سے یا ہمارے حصول کے لیے اپنے لب کو آب و طعام سے باز رکھ اور ان پر مہر لگالے ۱۲ [2] اگر تو آب و طعام سے باز رہا اور لبوں پر مہر لگائے رہا تو تیرے واسطے ہمارے حرم کے دروازے کھل جائیںگے ۱۲
[3] یعنی اگر تو تین ۳۰ روزوں میں سے ایک توڑ دے تو ساٹھ کے لیے تیرا گلا پھنس جائے گا ۱۲

داعیہ نفس شدت جز او ہر چہ ہست ولے تو گر زاں نکشی پا و دست

جستن آں مایہ ز بیمایگی ست پایۂ اقبال تو بے دایگی ست

نفس و ہوا گر شرفے داشتے اہل دلش کے بتو بگذاشتے

در دل و جاں تخم دگر کاشتند لاجرم آں را بتو بگذاشتند

حکایت آں زن زشت کہ خریدار کور یافتہ بود و وجہ ناسرۂ خود را پیش وے می ستود

خواست یکے کور زن زشت روے کینہ ور و طعنہ زن و زشت خوے

از شبہ آتش چہرہ سیہ رنگ تر وز سپرش جبہۂ پر آژنگ تر

گوش کژ و پشت کژ و چشم کاژ خاستش بیہدہ گفتار ژاژ

یک شبے از ناز بآں کور گفت حیف کہ ماند از تو جمالم نہفت

طلعت من خواستہ از مہ خراج حرف خجالت زدہ بر لوح عاج

نرگس من چشم و چراغ چمن لالۂ من داغ نہ نسترن

از صفت قامت من کوتہی یافتہ آوازۂ سرو سہی

ل یعنی ماسوائے اللہ جو خواہشات ہیں وہ صرف نفس کو پرورش کرنے والے ہیں اور اُن کا کوئی درجہ نہیں ہے ۱۲ ل اگر نفس اور خواہشات کا کوئی درجہ ہوتا تو اہل دل اس کو خود اختیار کرتے تیرے لیے کیوں چھوڑتے ۱۲ ل شبہ سے مراد شب یعنی رات سے زیادہ اس کا چہرہ سیاہ رنگ تھا اور ڈھال سے زیادہ اسکے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں ۱۲

کورچو افسانۂ او گوش کرد
خون دل از سینۂ او جوش کرد

گفت اگر حال چنین بود بیت
دولت و اقبال قرین بود بیت

دامن تو دیدہ درے داشتی
تخم ہوا بیت دگرے کاشتی

ایں ہمہ پیوند ز نزدیک و دور
کس نہ نہد ایں ہمہ در پیش کور

چشم من ار کور نبودی چنیں
تو سر دعوی نکشودی چنیں

بستگی چشم ز اوصاف تو
بر تو کشا دست در لاف تو

جامی اگر نقد کمالیت ہست
در حجب غیب جمالیت ہست

بر بصر اہل نظر جلوہ دہ
در نظر بے بصرانش منہ

ورنہ ز ہمت در انصاف زن
خط خطا بر ورق لاف زن

مقالۂ ششم در اشارت بزکوۃ مال کہ سرمایۂ پاش مال و مالش نفس بخیل بدسگال است

اے شدہ[1] زندان درم مشت تو
بند بر آنجا ز ہر انگشت تو

پیش کہ آیام[2] کند رنجہ اث
گردش او تاب دہد پنجہ اث

[1] مصنف رح نے ریشتے کے بعد زکوۃ کا بیان شروع کیا اسی لیئے طنزاً فرمایا ہے کہ تیری مٹھی یعنی تیرا ہاتھ کنجوسی کی وجہ سے زندان درم بن گیا ہے اور تیری انگلیوں کی ہر ایک گرہ گویا اُس کے واسطے بند ہے ۱۲ [2] اس سے پہلے کہ زمانہ تجھے کوئی آزار پہنچائے اور اسکی گردش تیرے پنجے کو مروڑے اور تیرے طبق کو تکلیف سے بدلدے اور اپنے عطا کیئے ہوئے نقد کو چھینے بہتر یہ ہے کہ دست کرم کو فراخ کر احسان کر اور اُن درموں کو جو قیدی ہیں آزاد کر ۱۲

عیش ترا حال دگرگوں کند　　نقد خود از دست تو بیروں کند

خوش بگشا دست چو احسانیاں　　از پے آزادی زندانیاں

مرد درم زن[1] که درم گرد ساخت　　ساختنش گرد چرا در ساخت

گردش از آں ساخت که گرداں بود　　کف بکف از راه نورداں بود

نے که بپیوستن[2] ز خلاف کرم　　ناخنی از سیم شود هر درم

تا بس جدا کم کنی از مشت خویش　　بر صفت ناخن از انگشت خویش

ناخن سیمیں که بکف[3] حاصل است　　ناخنهٔ دیدهٔ جان و دل است

ناخنه از دیدهٔ[4] دل بر تراش　　ورنه بناخن دل خود می خراش

جمع مکن درهم و دینار را　　سخره مشو سخنهٔ ادبار را

در پی جمع شود صرف کن　　گوش بپوسته بدیں حرف کن

هست مبرد[5] که ترا سیبویه　　گرچه به نحو است مشار الیه

هر چه بگوید به زخفش[6] شوی　　ریش بجنبانی و دل خوش شوی

---

[1] درم بنانے والے نے درم کو گول کیوں بنایا ہے، دوسرے شعر میں اس کا جواب ہے کہ گول صرف اسلیے بنایا ہے کہ وہ پھرتا رہے اور ہاتھوں ہاتھ مسافروں کے پاس جائے ۱۲ [2] اس لیے نہیں کہ خلافِ کرم ہر درم تیرے ہاتھ میں چاندی کا ایک ناخن بنجائے ۱۲ [3] یہ ناخن سیم جو تیرے ہاتھ میں لگا ہوا ہے یہ جان و دل کی آنکھ کا ناخن بنا ہوا ہے ۱۲ [4] لہذا دل کی آنکھ سے اس ناخنہ کو دور کر اور نہیں تو ناخن سے اپنے دل کو نوچ ڈال ۱۲ [5] مبرد ایک عالم صرف و نحو کا نام ہے ایسے ہی سیبویہ بھی ایک عالم صرف و نحو کا نام ہے ۱۲ [6] اخفش ایک صرفی کا نام ۱۲

پیشہ کنی از سر[1] جہل شگرف — منع دنانیر و دراہم ز صرف

صرف[2] ہمہ گرچہ نیاید ز تو — منع ہمہ نیز نشاید ز تو

رو بدہ از سیم و زرت آں قدر — کاردت از عہدۂ واجب بدر

حق چو ترا داد ز دینار بیست — بخل بیک نیمۂ دینار چیست

ریخت زر درہم بکنارت دویست — پنج چو خواہد بکنارہ مایست

زین زر و سیم ست بباغ نعیم — قصر ترا خشت زر و خشت و سیم

خشت زر پختہ دہ و سیم خام — تا کہ بود قصر تو فردا تمام

یارہ مکن[3] زر کہ شود یارہ مار — گردنت از مار شود طوق وار

چوں بگوے کس ازاں یارہ ہیچ — ندہی ازاں ہیں بگلو مار پیچ

ہر درم و سیم ز حق فقیر — زیر زمیں می کنیش جاے گیر

بہر جبین تو بروز شمار — سرخ چو دینار کنندش ز نار

گاہ برخ داغ نہندت کہ ہاں — ہرچہ برخ داشتی از وے نہاں

گاہ بہ پہلو کہ زبس بے رہی — پہلو ازاں ہرچہ گردی تہی

گاہ بپشت کہ ز روے درشت — ہرچہ کردی سوے بیچارہ پشت

ـہ ۱ تو اپنے جہل عجیب کی وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیے ہوئے ہے کہ درہموں اور دیناروں کو صرف ہونے سے روکتا ہے ۱۲ ـہ ۲ اگر پورے طور سے تو صرف نہ کر سکے تو اس قدر کنجوسی تو نہ کر ۱۲ ـہ ۳ سونے کے کنگن بنا بنا کر نہ پہن کہ یہ تیری گردن میں سانپ ہو ہو کر پڑے گا ۱۲

داغ دو رویه بتنت لاله وار — بسکه بسوزند شوی لاله زار
جاے دگر داغ کنند هر درم — همچو ته[1] نهند ببالاے هم
قدر درم[2] گر بود افزون بفرض — (نسخه: بعرض) طول دهندت بهمان قدر عرض
تفرقه کن[3] جمع درمهاے خویش — سینه تهی کن ز المهاے خویش
داغ جدائیش که ایں جا کشی — بهتر ازاں داغ که فردا کشی
حیف بود کز پے فرزند و زن — داغ نهی ایں همه بر خویشتن
ضامن رزق همه شد کردگار — (نسخه: گذار) کار خدا را بخدا واسپار

حکایت آں صاحب کرم که بر همیان درم از رشته تدبیر بند گویان بند نهاد

دیده ورے[4] خواند بعقل سلیم — حرف فنا از ورق زر و سیم
خواست دریں دائرهٔ تیز رو — سازدش از نقد بقا سکه نو
عقده ز همیان درم بر گرفت — جلوه بمیدان کرم بر گرفت

[1] تو بمعنی تہ، یعنی تہ بتہ تیرے جسم پر داغ لگائیں گے ۱۲ [2] اگر بالفرض درہم زیادہ ہوں گے تو تیرے جسم کے زیادہ حصے کو داغینگے ۱۲ [3] یہ درہم جو تونے جمع کیے ہیں ان کو پریشان کردے اور سینے کو اپنے غموں سے خالی کرلے ۱۲ [4] ایک صاحب بصیرت کو از روے عقل معلوم ہوا کہ درہم و دینار یہ سب چیزیں فانی ہیں لہذا اس نے چاہا کہ ان چیزوں میں بقا کی صورت پیدا ہو جاے، یعنی یہ درم و دینار جو تجھ سے چھوٹ جائیں گے چھوٹنے نہ پائیں لہذا یہ ترکیب نکالی جو آگے ذیل کر مصنف نے بیان کی ہے۔

بیدرماں را درم اندوز ساخت / بے کرماں را کرم اندوز ساخت

ہر زر و سیمے کہ بدر دستش داد / زانچہ طلب کرد بسے بیش داد

گفت فضولے[1] ز کرم دست تنگ / کاے شدہ پیش تو یکے سیم و سنگ

ہر چہ دہی از سر انصاف دہ / قفل عدم بر در اسراف نہ

بعد شکستن صدف[2] خویش را / خوار مگرداں خلف خویش را

بہرہ کہ دیدی ز خداوند خویش / ساز ذخیرہ پے فرزند خویش

تا چو بریزد صدفت زیر خاک / بہرہ ور آید ز تو آں در پاک

گفت کہ دارم سفرے در پیش / آنچہ بدست کنم زاد خویش

چوں بپرد طوطی من زیں قفس / بہرہ فرزند خداوند بس

دل چو تہی گشت بروزے دہم / از پے فرزند چہ روزے نہم

جامی ازیں[3] بہ غم فرزند خور / زرد مکن روئے وے از مہر زر

ز آفت ایں[4] رہزنش آگاہ کن / قبلہ اش الرزق علی اللہ کن

[1] ایک بخیل نے جو اس کے کرم سے تنگ تھا یہ کہا کہ اے وہ شخص کہ تو نے سنگ و زر کو ایک سمجھا ہے ۱۲

[2] اپنے مال کو فضول خرچ کر کے تو اپنے دُروں یعنی اولاد کو پریشان اور محتاج نہ چھوڑ جا ۱۲

[3] یعنی یہ غم کرنا کہ میرے بعد میری اولاد کیا کھائے گی اور اس وجہ سے ان کے لیے روپیہ جمع کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ فرزندوں کے لیے اس سے اچھی چیز کے لیے غم کھانا چاہیے یعنی ان کو دین کی تعلیم وغیرہ کا کہ وہ ان کے دونوں جہان میں کام آئے ۱۲

[4] ایں رہزن سے مراد نفس امارہ جو طرح طرح کی ترغیب دے کر دولت کے جمع کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور توکل علی اللہ میں خلل ڈالتا ہے ۱۲

مقالۂ ہفتم در اشارت بزیارت بیت اللہ کہ بوادی تگ و پویش در ہر سنگی سرہنگی بر نہادہ در وادی جستجویش در بن ہر خارے گرفتاری از پا در افتادہ

اے زگلت[۱] نازدہ سر حب دل | ماندہ ز حب وطنت پا بہ گل
خیز کہ شد[۲] پردہ کش و پردہ ساز | مطرب عشاق براہ حجاز
یکدم ازیں پردہ سماعے بکن | ہرچہ نہ زیں پردہ وداعے بکن
دین ترا تا شود[۳] ارکاں تمام | روے نہ از خانہ بر کن و مقام
ناقہ اگر نیست ترا زیر راں | بر قدم ناقہ رواں شو رواں
گر نبود راحلۂ بادپاے | راحلہ از پا کن و در رہ درآے
ور بادیمت[۴] نہ بود دسترس | جلد قدم پاے فراز تو بس
تہ تہش بستہ[۵] ز گرد و غبار | کردہ تہش خار بہ میخ استوار
پاشنہ[۶] از خندہ دہاں کردہ باز | ز آبلہ ہا ریختہ اشک نیاز

---

۱ یعنی تیری مٹی سے حب دل ظاہر ہی نہیں ہوئے اور تو ہنوز حب وطن میں گرفتار ہی ۱۲ ۲ اُٹھ مطرب عشاق حجاز کی دُھن میں کچھ گا رہا ہی، عشاق اور حجاز دو باجوں کے نام ہیں ۱۲ ۳ تین ارکان مذہب کا بیان ہو چکا ہے اب چوتھے کی بابت ہدایت ہی کہ اگر تو چاہتا ہی کہ تیرے دین کے ارکان پورے ہوں تو رکن و مقام کی طرف توجہ کر یعنی حج کی تیاری کر ۱۲ ۴ ادیم سے مراد جوتا، یعنی اگر جوتا نہیں تو نہ ہو پاؤں کی کھال تیرا جوتا بننے کے لیے کافی ہے ۱۲ ۵ یعنی تیرے پاؤں پر بجائے جوتے کے تہ بتہ غبار جما ہو اور جوتوں کی میخوں کے بجائے تیرے پاؤں میں کانٹے چبھے ہوں ۱۲ ۶ پاشنہ یعنی ایڑیاں خوشی سے ہنستی ہوں یعنی ان میں بوائیاں کھلی ہوں آبلے نیاز کے آنسو بہا رہے ہوں، یعنی آبلوں سے پانی بہ رہا ہو ۱۲

والہ و حیرت زدہ و مستهام[1] — خندہ کناں گریہ کناں میخرام

پشت امید تو بخورشید گرم — بستر آسایشت از ریگ نرم

سایۂ فرقت کہ مغیلاں کنند — بہ کہ سراپردۂ سلطاں کنند

باد مخالف زدہ در دیدہ ریگ — پائے فرو رفتہ بہ تفسیدہ ریگ

بہ کہ نشینی بہ مهبّ[2] شمال — پائے فرو رفتہ بہ آب زلال

بانگ حدی بشنو و صوت درای — شو چو شتر گرم رو و تیز پای

راہ وفا می سپر و می گذر — بر خسک[3] خشک چو ریحان تر

بار بمیعاد تعبد رساں — رخت بمیقات[4] تجرد رساں

رشتۂ تدبیر ز سوزن بکش[5] — خلعت سوزن زدہ از تن بکش

هر چہ بداں بخیہ زدی ماہ و سال — آی بروں از همہ سوزن مثال

باز کن از بخیہ زدہ[6] جامہ خوے — تو کہ ترا بخیہ نہ افتد ز روے

گر نہ ز مرگ ست فراموشیت — بہ کہ بود کار کفن پوشیت

لب بکشا یافتن کام را — نعرۂ لبیک زن احرام را

موے پژولیدہ و رخ گردناک — سینہ خراشیدہ و دل دردناک

رو بحرم کن کہ دراں خوش حریم — هست بہ پوشش نگارے مقیم

---

[1] مستهام ۔ رنجیدہ، پریشان ۱۲ [2] مهب ہوا چلنے کی جگہ ۱۲ [3] خسک، گوکھرو ۱۲
[4] میقات تجرد سے مراد احرام باندھنے کی جگہ ۱۲ [5] بکش یعنی نکال ڈال ۱۲
[6] مراد یہ کہ محنت کر ممکن ہو کہ تیرے عیوب کا پردہ فاش نہ ہو ۱۲

صحن حرم روضۂ خلد بریں	او بجہاں صحن مربع نشیں
قبلۂ خوبانِ عبیر رُخے او	سجدۂ شوخانِ عجم سوے او
یاد چو در دامنش آویختہ	غالیہ در جیب جہاں ریختہ
تا شکنی شیشۂ[1] ناموس و ننگ	کردہ نہاں در تہِ دامان سنگ
باز شکن دامنِ[2] شبرنگ او	دیدۂ جاں سرمہ کش از سنگ او
سنگ[3] بپا ہش کہ ازاں کوتہ است	دست تمنّات یمین اللہ است
چو[4] تو ازاں سنگ شوی بوسہ چیں	بوسہ زنِ دست کہ باشی ببیں
بر سرِ گردوں زنے از فخر کوس	گر رسدت دولتِ ایں دست بوس
از لب[5] زمزم شنو ایں زمزمہ	کز نم ما زندہ دل اند ایں ہمہ
سوے قدم گاہِ خلیل اللہ آ	پا چو نیابی بر ہش دیدہ سا
پاے[6] مروت بسوے مروہ نہ	چہرۂ صفوت بصفا جلوہ دہ
تا نشود در عرفات[7] وقوف	کے شود از راہ نجاتت وقوف

[1] تاکہ تو اپنے ناموس وننگ کے شیشے کو پاش پاش کردے اسلئے کعبۂ شریف نے اپنے دامن کے نیچے ایک پتھر چھپا رکھا ہے ۱۲ [2] مراد غلاف کعبہ کہ سیاہ ہوتا ہے ۱۲ [3] مراد حجر اسود ۱۲ [4] جب تو حجر اسود کو بوسہ دیگا تو خیال کر کہ کسکے ہاتھ کو چومے گا ۱۲ [5] حجر اسود کے بیان کے بعد زمزم کا بیان کیا ہے اور اسکے بعد دوسری چیزوں کا جو خانہ کعبہ میں ہیں، اسیطرح احکام وارکان حج کا بھی بیان ہے ۱۲ [6] صفا اور مروہ دو پہاڑیاں جہاں حاجی سعی کرتے ہیں ۱۲ [7] عرفات ایک مقام کا نام ہے عرفے کے دن جہاں حاجی قیام بھی کرتے ہیں اور نماز ظہر وعصر وہاں ادا کرتے ہیں، تلبیہ اور دوسری دعائیں بھی پڑھتے ہیں اور پھر مکہ لوٹ آتے ہیں یہ جگہ جو ایک فراخ میدان ہے مکہ سے نو کوس کے قریب ہے ۱۲

کبش منی را بمنی ریز خوں ۔ نفس دنی را بفنا کن زبوں

سنگ بدست آر ز رمی الجمار[1] ۔ دیو ہوا را کن ازاں سنگسار

چوں دل ازاں شغل بپرداختی ۔ کار حج و عمرہ[2] بہم ساختی

شکر خدا گوے کہ توفیق داد ۔ رہ بسوئے خانۂ خویشت کشاد

ورنہ کہ آرد کہ باں رہ برد ۔ ور چہ شود مرغ و آں رہ پرد

حکایت علی بن موفق قدس اللہ سرہٗ و مناجات بحضرت حق جل و علا

پور موفق[3] کہ بتوفیق حق ۔ بردہ ز ہر سیر موفق سبق

بادیۂ کعبہ ہمی برید ۔ محنت آں راہ بسے می کشید

روزے ازانجا کہ دلے داشت تنگ ۔ زد بدر کعبہ خود چنگ

گفت خدایا پس ہر محنتے ۔ سوئے من افگن نظر رحمتے

راہ حج و عمرہ بسے رفتہ ام ۔ بہر تو نے بہر کسے رفتہ ام

دل بوفائے تو گرو بودہ ام ۔ بے سر و پا در تگ و پو بودہ ام

زیں سفرم نیست بکف حاصلے ۔ نے سر و فتے نہ باماں دلے

---

[1] رمی الجمار کے معنی حاجیوں کا تینوں جمروں پر کنکر مارنا ۱۲

[2] عمرہ ارکان حج میں سے ایک رکن کا نام ہے۔ اور اس کی یہ صورت ہے کہ مکے سے احرام باندھ کر موضع تنعیم میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ مکے سے تین کوس کے قریب ہے۔ یہاں کچھ نفل پڑھ کر پھر مکے میں آتے ہیں ۱۲

[3] علی بن موفق ایک بزرگ کا نام ۱۲

ہیچ ندانم کہ مرا حال چیست　　　بخت مرا پایۂ اقبال چیست

شب چو درین فکر فرو شد بخواب　　　آمدش از حضرت عشق خطاب

کاے بر ہمہ پایہ ز سر ساختہ　　　بر ہمہ زین پایہ سر افراختہ

گر نہ ترا خواستمی کے چنین　　　دادمیت راہ سوے این زمین

ہر کہ نہ مائل بسوے وے شوم　　　سوے خودش راہنما کے شوم

حاصلت این بس کہ ترا خواستم　　　باطنت از شوق خود آراستم

رہ بسوے خانۂ خود دادمت　　　بر در ہر کس نفرستادمت

یارب ازانجا کہ کرم آن تست　　　چشم ہمہ بر در احسان تست

جامی اگر چند نہ صاحبدل ست　　　از تو بامید چنین حاصل ست

مقالۂ ہشتم در اشارت بعزلت کہ مشتمل بر عزت ست و بعین علم زلت و بے زاے زمی علت ست

اے چو گلت جیب بچنگ خسان　　　دامن صحبت بکش از ناکسان

گرچہ ز آغاز سیادت دہند　　　عاقبت الامر بیادت دہند

غنچہ وش از ہمنفسان لب بہ بند　　　خیرہ چو گل بر رخ ہر کس مخند

جلوہ مدہ ہمچو خور انوار خویش　　　باش چو سایہ پس دیوار خویش

برکش[لہ] و ناکس بجستم خمول　　　قفل کن ابواب خروج و دخول

لہ یعنی گمنامی میں رہ اور کسی کو آنے جانے نہ دے ۱۲

در نشیمن باش چو عیسی امان	خانه بپرداز ز نامحرمان
گر بود اندر بن غاریت جای	حلقهٔ مارت شده زنجیر پای
یا که بسر حلقه نهی پای خویش	محفل سفله کنی جای خویش
ور شودت در کمر کوه و سنگ	گرد میان منطقه دم پلنگ
یا که دو رنگان منافق سیر	پیش تو بندند بخدمت کمر
گر کندت شانه به پنجه شیر	کشمکش او کند از جان سیر
یا که خسیسان کف راحت نهند	مرهم لطفت بجراحت نهند
گر کندت بحر پر آشوب غرق	یا گذرد موج هلاکت ز فرق
یا که تهی از حریفان خاص	رخت خود آری بامید خلاص
در کنفی رو که خور [illegible]	تا نشود سایه ترا همنشین
روی ز لب جوی بگردان بتاب	تا نزند صورت تو سر ز آب
آینه را در نظر خود منه	تا نشود عکس ترا جلوه ده
اول فطرت که پدید آمدی	از همه کس فرد و وحید آمدی
عاقبت کار کز اینجا شوی	از همه تنها نه که تنها روی
اینهمه اکنون گره و بند چیست	اینهمه آمیزش و پیوند چیست

؎۱ اگر تو کیسی ہی مصیبت میں ہو غار میں پڑا ہو اور پانوں میں سانپ لپٹا ہو یا اور مشکلات جو اگلے شعروں میں بیان کیے ہیں حائل ہوں یہ سب باتیں اس بات کے مقابلے پر ہیچ ہیں کہ منافق تیرے ہم نشیں ہوں

؎۲ لب جو سے علیحدہ ہو جا کہ تجھے پانی میں اپنا بھی عکس نظر نہ آئے ۱۲

بگسل از ایشاں کہ زیانِ تو اند | خصمِ دل و دشمنِ جانِ تو اند
قدرِ تو کاہند کہ افزوں شوند | عیبِ تو سنجند کہ موزوں شوند
گر تو شوی پیش ہمہ آتش اند | ور تو نہی سر ہمہ گردنکش اند
چوں دلت از غصہ پریشاں شود | مایۂ جمعیتِ ایشاں شود
ور شود اسبابِ حضورِ تو جمع | شعلہ زند برقِ حسدشاں چو شمع
چند دریں ستدرۂ بگشاد | عمر دہی از دمِ ایناں بباد
باد خزانست دمِ سردشاں | سردیِ جاں ست رہ آوردشاں
ترسم ازاں روز کہ سردت کنند | دل سیہ از دودِ کدرت کنند
ہر کہ نہ مشغولیِ دینش رہ است | غولِ رہِ تست خدا آگہ است
پاے وفا در پےِ غولاں مدار | روے بہ بیغولۂ تنہائی آر
ورنہ بود از دلِ سودائیت | طاقتِ بیغولۂ تنہائیت
خیز قدم نہ بہ رہِ رفتگاں | رو سوے آرامگہِ خفتگاں
یاد کن از عہدِ فراموششاں | نکتہ شنو از لبِ خاموششاں
پر شدہ شاں بیں ز غبارِ استخواں | کحلِ بصیرت کش ازاں سرمہ داں
منزلِ شاں بیں تہِ سنگِ تنگ | کوب سر از لطمۂ غفلت بسنگ
با نفسِ تنگ بر آر از دروں | زمزمۂ[1] نحن بکم لاحقوں

---

[1] نحن بکم لاحقوں یعنی ہم بھی تمھیں سے ملنے والے ہیں ۱۲

بو کہ دولت یابد ازاں زندگی
روز حیاتت تو فروزندگی

حکایت زندہ دلے کہ با مردگان انس گرفتہ بود و از زندگان نفار می نمود

زندہ دلے[1] از صف افسردگاں
رفت بہ ہمسایگئ مردگاں

پشت ملالت بہ عمارات کرد
روی ارادت بمزارات کرد

حرف فنا خواند ز ہر لوح خاک
روح بقا جست ز ہر روح پاک

گشت ازیں سنگ نشاں تیز تگ
ہمچو تگ آہوے وحشی ز سگ

کارشناسی بے تفتیش حال
کرد ازو بر سر راہے سوال

کاینہمہ از زندہ رمیدن چراست
رخت سوے مردہ کشیدن چراست

گفت پلیداں بمغاک اندر اند
پاک نہاداں تہ خاک اندر اند

مردہ دلانند بروے زمیں
بہر چہ با مردہ شوم ہمنشیں

ہمدمی مردہ دہد مردگی
صحبت افسردہ دل افسردگی

زیر گل آناں کہ پراگندہ اند
گرچہ بہ تن مردہ بجاں زندہ اند

مردہ دلے بود مرا پیش ازیں
بستۂ ہر چون و چرا پیش ازیں

زندہ شدم از نظر پاک شاں
آبحیات ست مرا خاک شاں

جامی ازیں مردہ دلاں گوشہ گیر
گوش بخود دار ز خود توشہ گیر

[1] یعنی ایک بزرگ نے آبادی کو چھوڑ کر گورستان کی سکونت اختیار کی تھی ۱۲

ہر چہ ازیں دائرہ[۱] بیرون تست	کام سعایت زدہ در خون تست

مقالۂ نہم در اشارت بصمت کہ سرمایۂ نجات ست و پیرایۂ رفع درجات

اے بزباں نکتہ گزار آمدہ	وے بہ سخن نادرہ کار آمدہ
نقطۂ نطق[۲] است ترا بر زباں	گشتہ ازاں نقطہ زبانت زیاں
گر کنی آں نقطہ ازیں حرف حک	خط حکم تو نہد بر فلک
ہر کہ دریں گنبد نیلوفری	افکند آوازۂ نیکو فری
نیکوی و فرہی از خامشی ست	خامشی تیغ جہالت کشی ست
گفتن بسیار نہ از نغز[۳] ست	ولولۂ طبل ز بے مغز ست
خم پر از بادہ تہی از صداست	چونکہ تہی شد ز صدا پر نواست
در دولت از غنچہ گلی چوں کشاد	از دم ناخوش بدہ اترا بباد
تا لبت از دعوی بود	کے دل تو محرم معنی بود
غنچہ کہ نبود بدہانش زباں	لعل و زرش بیں گرہ اندر میاں
سوسن رعنا کہ زباں آورست	کیسہ تہی گشتہ ز سیم و زرست
منطق طوطی خطر جان اوست	قفس نہ کلبۂ احزان اوست

۱ یعنی جو اس دائرے سے جس کا تونے ذکر کیا باہر ہے، وہ تیرا خون بہانے کی کوشش میں مصروف ہے ۱۲ ۲ یعنی چونکہ تیری زبان پر نطق کا نقطہ ہے یعنی تو بات کرتا ہے اس واسطے تیری زبان زیاں بن گئی ہے ۱۲ ۳ نغزی نادرہ کاری ۱۲

زاغ که از گفتنش آمد فراغ
جلوه گر آمد به تماشای باغ

خطبه نیست درین کهنه کاخ
حوصلۂ تنگ و حدیث فراخ

چرخ بدین گردش دائم خموش
چرخهٔ حلاج هزاران خروش

رسته ز دندانت صفی بسته خوش
پیش صدف آمد لب تو پرده کش

کرده زبان تیغ پی یک سخن
چند شوی پرده در وصف شکن

گرچه سخن خاصیت زندگیست
موجب صد گونه پراگندگیست

زندگی افزای دل زنده را
ورد مکن قول پراگنده را

جسم پر آمد شد انفاس وار
این دو سه نو آمده را پاس دار

هر نفس از تو که هیولی دیست
قابل هر نقش خوش و ناخوش است

گر ز کرم نقش جمالش دهی
منقبت فضل و کمالش دهی

بر ورق عرش تو عنوان شود
فاتحۂ نامۂ احسان شود

ور ز سفه داغ قصورش کشی
در درکات خطر و سوزش کشی

خامه کش صفحهٔ دین گردد آن
میل زن چشم یقین گردد آن

هوش چه باشد ز خدا آگهی
آگهی از آفت غفلت تهی

دل چو شود ز آگهیت بهره مند
پایهٔ اقبال تو گردد بلند

لب چو گشائی گره هوش باش
ورنه زبان درکش و خاموش باش

سلہ آسمان با وجود دائمی گردش کے بھی ساکت ہے اور روئی دھننے والے کی دھنکی سے برابر آواز آتی ہے ۱۲ سلہ ہیولی اصل اور مادہ، قابل قبول کرنے والا

بر سخن بیہدہ کم شو دلیر	تا کہ ازیں پایہ نیفتی بزیر

حکایت کشفی کہ ببال بطان پریدن آغاز نہاد و بیک سخن کہ ناجایگاہ گفت از اوج ہوا بحضیض خاک افتاد

بست بصد مہر بر اطراف شط[۱]	عقد محبت کشفی با دو بط
شد بفراغت ز غم روزگار	قاعدۂ صحبت شاں استوار
روزی ازانجا کہ فلک راست خوے	گشت نہ بے مہری شاں کینہ جوے
طبع بطاں از لب دریا گرفت	رائے سفر در دل شاں جا گرفت
کرد کشف نالہ کہ اے ہمدماں	وز الم فرقت من بے غماں
خو بہ کرمہاے شما کردہ ام	قوت ز نعمہاے شما خوردہ ام
گرچہ مرا پشت چو سنگ ست سخت	دارم ازیں بار دل لخت لخت
ہیچ کسم نیست بجاے شما	پشت بپیچم ز وفاے شما
نے بشما قوت ہم پایئم	نے ز شما طاقت تنہائیم
نیک فرو ماندہ بکار خودم	پشت دوتا کردہ ز بار خودم
بود نہ بیشہ بلب آب گیر[۲]	چوبکے افتادہ چو یک چوبۂ تیر
یک بط ازاں چوبکے سر گرفت	واں بط دیگر سر دیگر گرفت

۱؎ شط، دریا کا کنارا۔ کشف کچھوا ۱۲　۲؎ آب گیر، حوض، تالاب وغیرہ ۱۲

برد کشف نیسر بآنجا دہاں ‏— سخت بدنداں بگرفتش میاں
میل سفر کرد بہ میل بطاں ‏— مرغ ہوا گشت طفیل بطاں
چوں سوی خشکی سفر افتادشاں ‏— بر سر جمعی گذر افتادشاں
بانگ برآمد ز ہمہ کای شگفت[1] ‏— یک کشف اینک بہ دو بط گشتہ جفت
بانگ چو بشنید کشف لب کشاد ‏— گفت کہ حاسد بہ جہاں کور باد
ز لب خود تو دکشادن ہمہ ‏— ز اوج ہوا زیر فتادن ہماں
زاں دم بیہودہ[2] کہ ناگاہ زد ‏— بر خود و بر دولت خود راہ زد
جامی ازیں گفتن بیہودہ چند ‏— زیر کشی ورز و لب خود بہ بند
تاکہ دریں بادیۂ ہولناک ‏— از سر افلاک نیفتی بخاک

مقالۂ دہم در اشارت بسحر کہ نشانۂ ہوشیاری و علامت بخت بیداری ست

ای شکر خواب[3] سحر دادہ ہوش ‏— 1 ‏— خیز کہ برخاست ز مرغاں خروش
مرغ سحر زندہ و تو مردۂ ‏— 2 ‏— او ز نوا گرم و تو افسردۂ

[1] شگفت بکسر اول و دوم، تعجب و استعجاب کے معنی میں آتا ہی، لیکن اس شعر میں دوسرا قافیہ جفت ہے، جس سے حرکت ردی میں اختلاف پیدا ہوتا ہی گر پہلے لوگ اس کو جائز سمجھتے تھے کسر کاف کے ساتھ تمام اساتذہ نے استعمال کیا ہی، چنانچہ سعدی کا یہ شعر ؎

تبسم کناں دست بر لب گرفت ‏— کہ سعدی مدار انچہ دیدی شگفت ۱۲

[2] دم بیہودہ سے مراد سخت اور فضول بات ۱۲ [3] شکر خواب، میٹھی نیند ۱۲

ترک ہوا گوی و نوای بزن — چنگ بدامان وفائی بزن

ہر شب ازیں پردۂ[1] زنگار گون — اینہمہ لعبت[2] کہ سر آرد برون

ہست پی آں کہ شوی ہوشیار — بر نظرت قدرت لعبت نگار

شرم تو بادا کہ کنی تا بروز — راہ نظر را گرہ ہیچ دوز

ننگری ایں در تقا پردہ را — وین ہمہ اوضاع نو آوردہ را

بر نکنی سر کہ دریں پردہ چیست — نقش نگارندۂ ایں پردہ کیست

سبحۂ انجم بہ ثریا کہ داد — طارم چارم بہ مسیحا کہ داد

تار کہ بر بربط ناہید[3] بست — رنگ کہ بر محمل خورشید بست

نیل بریں صفحۂ خضرا کہ ریخت — مہرہ دریں حقہ مینا کہ ریخت

خرقۂ شب غالیہ[4] گوں از کہ شد — دامنش آلودہ بخوں از کہ شد

شمع سحر[5] لمعۂ نور از کہ یافت — جبہہ مہ داغ قصور از کہ یافت

ہست دریں دائرۂ قال و قیل — ایں ہمہ بر ہستی صانع دلیل

نقش نگر جانب نقاش رو — حسن ببیں بین و بہ بینا گرو

پیش دریں مرحلہ غافل مخسپ — پای بر آر از گل و در گل مخسپ

---

[1] مراد آسمان ۱۲ [2] لعبت گڑیا یہاں ستاروں سے مراد ہے ۱۲ [3] ناہید ستارہ زہرا جسے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں ۱۲ [4] غالیہ ایک مرکب خوشبو ۱۲ [5] شمع سحر سے مراد یہاں آفتاب ہے جبہہ پیشانی، داغ قصور سے یہاں مراد چاند کا داغ۔ داغ قصور سے مراد یہ ہے کہ قدیم زمانے میں قاعدہ تھا کہ سزایاب مجرموں کی پیشانی وغیرہ پر داغ دے دیتے تھے ۱۲

خلعت عمر تو عجب کوتہ است — خون بدل از کوتہیش قد است

بیش مفزای عمر بنقص خواب — کوتہی آں کہ نیفتد صواب

خواب چو مرگ ار نبود ضد زیست — بحکم النوم اخ الموت چیست

چہرۂ ایں اخ بہ تف آلودہ باد — خود بہ تف ایں اخ چہ مناسب فتاد

ہست یکی نیمۂ عمر تو روز — نیمۂ دیگر شب انجم فروز

روز و شب عمر تو با صد شتاب — می گزرد آں بخور و ایں بخواب

روز پی خور سگ دیوانۂ — خفتہ بہ شب مردہ بکاشانۂ

روز چناں می گزرد شب چنیں — کی شوی آمادۂ روز پسیں

شب چو رسد شمع شب افروز باش — ہمنفس گریۂ جانسوز باش

اشک ہمی ریز بصد درد و سوز — عذر ہمی خواہ ز تقصیر روز

ہر چہ بروز از دل جافی کنی — وای اگر شب نہ تلافی کنی

روز تو شد شام بعصیاں گری — شام بروز ار بعذر آوری

روز و شبت گر ہمہ یکساں شود — بر تو شب و روز تو تاباں شود

روز کہ صد گونہ گنہ کردۂ — نامۂ اعمال سیہ کردۂ

شب ز مژہ بہر سفیدی روی — از رخ آں نامہ سیاہی بشوی

۵۱ نیند موت کی بہن ہی ۱۲ ۵۲ یعنی تیری عمر دو حصے ہیں ایک دن اور ایک رات تو دن تو کھانے میں صرف کرتا ہی اور رات سونے میں ۱۲

چند کنی خواب ز خود کامگی	۸	با دل فارغ ز سبک نامگی
کردۂ تو خواب و ورائے حجاب		ناظر حال تو منزہ ز خواب
شب چہ کنی روز بہ بے حاصلے		کو بتو خوش ناظر و تو غافلے

حکایت عارف دل بیدار شب زندہ دار و آں جاہل مغرور بغفلت و پندار

عارفے از ظلمت شب نوریافت[1]	۱	دیدہ فروبستہ بکلی ز خواب
شب کہ ز خورشید نظر دوختی[2]	۲	شمع نظر تا سحر افروختی
ہر مژہ از دیدہ خوں نابہ کردہ	۳	بود برابر روش ہما ناکرہ
روزے از و کرد فضولے سوال	۴	کای زدہ راہ تو خواب و خیال
چوں دل بیدار تو از خواب رست[3]	۵	دیدہ چرا بایدت از خواب بست
رنج نخفتن چو گراں دارد ت	۶	یکدم راحت چہ زیاں دارد ت
گفت نشاید کہ خدائے جہاں	۷	بر سرے آید بہ تحیت آسماں
بانگ زند کز صف دوران کہ اہ	۸	کیست کہ آید بدرم عذرخواہ
تا کرم خویش سفیرش کنم[4]	۹	رحمت خود عذر پذیرش کنم
من بچنیں حال نہم سر بخواب	۱۰	گوش بخوابانم ازیں خوش خطاب

[1] ایک عارف جو ظلمت شب سے فائدہ اٹھاتا تھا ۱۲ [2] یعنی سورج چھپنے کے بعد رات بھر آنکھیں کھولے بیٹھا رہتا تھا ۱۲ [3] یعنی جب تمہارا دل نہیں سوتا تو پھر کیا غم ہے کہ ہر وقت جاگا کرتے ہو ۱۲ [4] کہ اپنے کرم کو سفیر بنا کر میں اسکی عذر خواہی کو قبول کروں ۱۲

او نظر لطف بمن کرده باز		دیدهٔ اقبال من از وی فراز
هر که کند دعوی سودای او		خواب کنان از رخ زیبای او
دعویش از صدق بود بی فروغ		چون نفس صبح نخستین دروغ
جامی اگر دیدهٔ تو روشن ست		در دلت از دیدهٔ جان روزن ست
سخت قدم باش درین ره که نیست		چشم بر آن دار که چشمش بنست

مقالهٔ یازدهم در نشان دادن از حال صوفیان که نشان ایشان بی نشانی ست زندگانی ایشان در جانفشانی

ای ز صفت تیره دلان خم زده[1]	1	وز صفت اہل صفا دم زده
دل نشده صاف ز نام آوری	2	نام بر آورده به صوفی گری
شیوهٔ صوفی چه بود نیستی	3	چند تو بر هستی خود ایستی
گم شو ازین هستی پر مستلم[2]	4	بلکه شو از گمشدگی نیز گم
تا شده از خویش تهی همچو نی	5	دم زدنت را چه بود تا بکی
گر تو نهٔ این همه آوازه چیست	6	هر نفس این زمزمهٔ تازه چیست
نی[3] چه بود آنکه ز نیستان خویش	7	دم نزند جز ز نیستان خویش

[1] خم زدن، بھاگنا۔ یعنی اے وہ شخص کہ تو تیرہ دلوں کی صفت سے بھاگ کر صاف دلی کا دعوے کرتا ہے ۱۲

[2] مستلم غلبہ، زور۔ هستی پر مستلم وہ هستی کہ جس میں زور و غلبہ کی نمود ہو ۱۲ [3] مقولهٔ مولانا رومؒ ــ بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدائیہا شکایت میکند ۱۲

هست ز مسواک چو سوهان تو	22	تیز بخون همه دندان تو
تیزی دندانت بسوهان بیافت	23	از سر هر سفره مشو لقمه خائے
شرح محاسن چو دهد شانه ات	24	سر بقبایح کشد افسانه ات
نیست بریش تو یکی مو سیاه	25	چند کنی نامه سیاه از گناه
شکل کمان راست قدت شرح ده	26	بهر کمان تو عصا گشته زه
تا بکمانت کشد این شکل سبب	27	تیر جوانیت برون شد ز شست
نوبت پیریست جوانی مکن	28	میل سوی نیل امانی مکن
بر سر سجاده چو پا سایدت	29	پا ز رعونت بزمین نایدت
رُخ بزمین سای بوقت نماز	30	زانکه مصلاست حجاب نیاز
ایمنی و بیخودی اندیشه کن	31	پیروی راستروان پیشه کن
مدعی خرقۂ تقوی مپوش	32	متقی جام تمنا منوش
زهدے آلوده نیرزد به هیچ	33	مس زر اندوده نیرزد به هیچ
صورت و معنیت بهم راست دار	34	تا شوند اهل صفا خواستگار
یا ز سرت خرقۂ تقوی بکش	35	یا قدم از راه تمنا بکش

۵۱ تیری مسواک سوہان کا کام کرتی ہے اور سب کے خون پر تیرے دانت لگے ہوئے ہیں ۱۲ ۵۲ محاسن داڑھی ۱۲ ۵۳ یعنی اب تیری داڑھی میں ایک بال بھی سیاہ نہیں رہا ۱۲ ۵۴ کمان کی طرح تیرا قد ہے اور عصا زہ کا کام کرتا ہے ۱۲ ۵۵ تو اگر عبادت کے لیے مصلے پر پاؤں رکھتا ہے تو غرور سے پھر تیرا پاؤں زمین پر نہیں پڑتا ۱۲ ۵۶ یا اس فقیرانہ گدڑی کو اپنے جسم سے اُتار کر پھینک دے ۱۲

حکایت صوفی کہ در سماع غنائے مغنیہ خرقۂ فقر از کشید واز لجۂ حقیقت بساحل مجاز افتاد

کعبہ زدی از سر وجد عظیم	۱	در صف پیران حرم شد مقیم
مرغ دل او چو زدی پر و بال	۲	رستی ازیں دامگہ پر و بال
وجد الٰہیش رہاندی زخویش	۳	جذبۂ شش باز رہاندی زخویش
آمدی از ہستی خود گشتہ صاف	۴	رقص کناں گرد حرم در طواف
روزے از انجا کہ قضا رہ زدش	۵	زخم بلا در دل آگہ زدش
مطربۂ رو نگارش نبرد	۶	وز دل وجاں صبر وقرارش ببرد
ذوق مے عشوہ وناز چشید	۷	دل ز حقیقت بہ مجازش کشید
بود ہماں حالت وجدش بجاے	۸	لیک ازیں شاہد دستاں سرائے
خرقہ بہ پیران حرم داد وگفت	۹	سر خود از خلق چہ دارم نہفت
در دل من وجد الٰہی نماند	۱۰	جنبش من جز بہ بلاہی نماند
ز آتش اغیار دروغم بجوش	۱۱	خرقۂ اصحاب چہ دارم بدوش
خوش نبود بتکدہ دل زاں نگار	۱۲	خلعت اسلام بکعبہ سپار

ط۱ یعنی یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دل تو اس بت کی یاد سے بتخانہ بنا ہوا ہے اور کعبہ کی طرح خلعت اسلام یعنی خرقۂ صوفیہ پہنے رہوں ۱۲

تا بحقیقت نہ کشید آں مجاز | باز نیامد بسر خرقہ باز
جامی ازیں قاعدۂ دلپذیر | تا بتوانی سبقِ عشق گیر
زاں کہ دریں مزرعِ مرد آزمائے | ہیچ نیرزد جو گندم نمائے

مقالۂ دوازدہم در شرح حال علمائے از عمل و سعہای شاں جدل معزول

اے عمل علم برافراختہ | خویشتن از علم علم ساختہ
چوں عمل آمد علم انداختی | لاف درستیِ علم سازیت
تحت ستی علم انداز بیا | دعوے دانش کنی از جاہلے
حاصلِ تحصیل تو بے حاصلے | خواجہ نزند بانگ کہ صفت ورم
مفلس شود از چہ درست صنعت ترم | لیکن اگر دستِ بخیش نہی
چوں کفِ مفلس بود از زر تہی | کیسہ چو خالی بود از زر و سیم
دعوے اکسیر چہ سود از حکیم | جمع کتب از سرہ و ناسرہ
کردہ چو خشت ست بگرد تو خرہ | آں خرہ کش خشتہ کہ از چار حد
بست میان تو و مقصود سد | ہر ورق زاں کتب آمد حجاب
زاں حجب تو بوے رخ نتاب

لہ یعنی عاجز ہو گیا یا فرار ہو گیا ۱۲ لہ کھری کھوٹی۔ اچھی بری ۱۲ خرہ وہ چیز جو ایک دوسری پر رکھی ہوں جیسے اینٹیں یا کتابیں یہاں مراد دیوار ۱۲

تا ببری از همه فردا سبق / زان کتب امروز بگردان ورق

علم که خوانی ببره ناصواب / باشد از آن علم سیه رو کتاب[1]

نور دل از نسخهٔ شفا مجو / روشنی از چشم نابینا مجو

جانب کفرست اشارات او / باعث خوفست بشارات او

فکر شفایش همه بیماری است / سبیل نجاتش زگرفتاری است

قاعدهٔ طب که بقانون نهاد / پای نه از قاعده بیرون نهاد

لیک نهان ساخت بر اهل طلب / روی مسبب بحجاب سبب

خاصیت علم سبب بندی است / شیوه جاهل سبب آموزی است

طب ز نبی جوی که طب نبی / سازدت از جملهٔ علل اجنبی

از مرض جهل شفا بخشدت / وز کدر نفس صفا بخشدت

تا بدر از اسباب و علل روی تو / وا کند از هرچه نه حق خوی تو

عمر تو شد صرف اصول و فروع / هیچ نشد با صلت رجوع

هیچ وقوفت ز مقاصد چو نیست / از طلبت وز مواقف ما یست

بر تو چو بکشاد ز مفتاح راه / دولت فتح از در فتاح خواه

نور هدایت ز هدایه مجوی / راه نهایت به نهایه مپوی

گر ز موانع دل تو صاف نیست / کشف موانع حد کشاف نیست

[1] قفا سے مراد چہرہ جس کو کتاب سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲

ترک نفاق و کم تلبیس گیر | علم ز سرچشمۂ تقدیس گیر
ہر چہ نہ[1] قال اللہ و قال الرسول | ہست بر اہل فضیلت فضول
و فضل خدا بین و تصوفے مکن | جہل ز صدر فت جہوے مکن
علم چو دادست ز عمل ہیچ ! | دانش بیکار نیرزد بہ ہیچ
چون بہ بساط عملت سود پاے | بے عملاں را بہ عمل رہنماے
بایدت اول ادب اندوختن | پس دگراں را ادب آموختن
چون دگراں را شوی آموزگار | کم طلب[2] آں را عوض از روزگار
علم بود جوہر و باقی سفال | آں چہ حقیقت دگراں چون خیال
ہیچ جواہر بسفالی کہ چہ | بذل حقائق بہ خیالی کہ چہ

حکایت عالمے کہ در چاہ افتادہ بود و بشاگرد خود مدد تا حبلے کہ آخر از دست بدہد

عالمے از چاہ جہالت بروں | در رہے افتاد بچاہے دروں
ہیچ بدو دست ندادش براہ | ماند دراں راہ چو یوسف بچاہ
سایہ صفت در تگ چاہ آرمید | سایۂ شخصے بسر چاہ دید

[1] یعنی جو بات خالق جل وعلا یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہٖ وسلم نے نہیں فرمائی وہ اہل فضیلت کے لیے فضول ہے ۱۲ [2] یعنی دنیا میں اس کے بدلے کا خواستگار نہ ہو ۱۲

نعرہ برآورد کہ اے رہ نورد	از رہ احسان و مروت مگرد
پاے مروت بسر چاہ نہ	دست بافتادۂ از راہ دہ
راہ رو آمد بسر چاہ گفت	دست بدہ اے بہ غم و آہ جفت
گفت نخست از کرم عام خویش	گو خبرم از لقب و نام خویش
گفت کہ شاگرد کمین توام	در رہ دیں خاک نشین توام
گفت کہ حاشا کہ ازیں چاہ پست	در زنم امروز بدست تو دست
من کہ بہ تعلیم میان بستہ ام	از غرض سود و زیاں رستہ ام
کوششم از راہ خداوندیست	خاص پے فضل خداوندیست
کے بہ تو سازد کہ الا میش	وز غرض آلودگی افزایش
در تک ایں چاہ نشینم اسیر	تا شودم بے غرضی دستگیر
پایۂ علم چو بلند اوفتاد	ہیچ سر جز آنکہ نہ پست اوفتاد
ہمت جامی کہ بلندی گرفت	از شرف علم پسندی گرفت
علم پسندید ز طبع بلند	ہیچ پسندید ہمانش پسند

مقالۂ سیزدہم در مخاطبہ سلاطین کہ اگر دیگراں تا بندہ ستاں عدل اند چشمۂ آفتاب اند و اگر ہمہ بر گرد خود میگردند طوفان ظلم را گرداب اند

اے بسر افسر فرماندہی	افسرت از گوہر احساں تہی

سنہ پسند ـ بسندہ کافی ۱۲

زیور هر افسر از آن گوهرست ‌‌ خالی از این مایه و درد سرست

گرد میانِ[1] تو مرصع کمر ‌‌ مهره و مار آمده با یکدگر

لیک نه آن مهره که روز شمار ‌‌ نفع رساند بتو ز آسیب مار

تخت زرت[2] آتش گوهر درو ‌‌ هست درخشنده چو اخگر درو

شعله بجان درزده آن آتش ست ‌‌ لیک ز بس بیخودی آنت خوش ست

چون بخود آئی ز شراب غرور ‌‌ آورد آن سوختگی بر تو زور

هر دمت از درد دو صد قطره خون ‌‌ از بن هر موے ترا رود برون

سود سر ایوان ترا بر سپهر ‌‌ شمسهٔ[3] آن گشت معارض بمهر

قصر تو چون کاخ فلک سربلند ‌‌ حادثه را قاصر از آنجا کمند

حارس و بواب ترا بدسگال[4] ‌‌ بسته پے حفظ تو راه خیال

لیک نیارند بمکر و حیل ‌‌ بستن آن رخنه که آرد اجل

زود بود کاید اجل در کمین ‌‌ شیشهٔ عمر تو زند بر زمین

نقد حیاتِ تو بغارت برد ‌‌ خصم[5] ترا تحفه بشارت برد

۱؎ یعنی تیری کمر پر جو مرصع پٹکا ہے اس کی مثال سانپ اور سانپ کے من کی سی ہے ۱۲
۲؎ یعنی وہ تخت زر جس پر کہ لعل لگے ہیں وہ آگ کی طرح ہیں اور انگارے کی طرح اس میں چمکتے ہیں اور انھوں نے تیرے دل میں آگ لگا رکھی ہے مگر تجھ کو وہی اچھے معلوم ہوتے ہیں ۱۲ ۳؎ شمسہ کلس ۱۲
۴؎ حارس نگہبان، چوکیدار۔ بواب دربان یعنی یہ لوگ تیرے دشمن ہیں دراصل انھوں نے راہ خیال بھی تیرے اوپر بند کردی ہے یعنی اور کوئی تو کیا پہونچ سکتا ہے خیال بھی نہیں پہونچ سکتا ۱۲ ۵؎ یعنی نصیب تیرے ریختگی تیرے دشمن کو بشارت پہونچائے گا ۱۲

کنگر کاخ تو بخاک افگند — طاق بلندت بمغاک[۱] افگند

افسرت از فرق فتد زیر پای — پایهٔ تخت تو بلغزد زجای

روزے ازین واقعه اندیشه کن — قاعدهٔ دادگری پیشه کن

ظلم ترا[۲] بیخ چو محکم بود — ظلم تو ظلم همه عالم بود

خواجه بخانه چو بود دف سرای — اهل سرایش همه کوبند پای

شهر[۳] ز آشوب تو غارت شود — تا تو یکی خانه عمارت شود

کاش کنی ترک عمارت گری — تا نکنند کار به غارت گری

باغ ز آسیب تو گردد تلف — تا تو درآید به دو سیبی بکف

به که ازان سیب شکستت بود — ورنه بهر سیب حسیبت بود

میوهٔ و مرغ سر خوانت مقیم — از حرم بیوهٔ و باغ یتیم

مطبخیت[۴] هیمه ز کوهی درشت — می‌کشد از پشتهٔ هر گوزه پشت

باز ترا پیشکاران به فن — طعمه ده از جوزهٔ هر پیرزن

بارگی[۵] خاص ترا هر پسین — کاه چو از توبرهٔ خوشه چین

---

۱ گڑھا ۱۲ ۲ اگر تو ظلم کرتا رہے گا تو تمام عالم ظلم پر دلیر ہوگا اور سب کے ظلم تیرے ہی نامۂ اعمال میں لکھے جائینگے ۱۲ ۳ یعنی تیرے نوکر تیرے بھلانے سے شہر کو غارت کردیں گے جب وہ ایک باغ کو اجاڑیں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ کو ایک سیب یا ایک ہی مل سکے گی ۱۲
۴ مطبخی باورچی، ہیمہ ایندھن کی لکڑی، گوزہ پشت کبڑا ۱۲ ۵ بارگی سواری کا گھوڑا ۱۲

گوش کنیزان ترا داده بهر — از زر و دریزه گدایان شهر

چند کنی ظلم به بوم[1] و مرز — چند کنی ظلم و ستم عدل ورز

بین که ازین هر دو کدام ست به — هر چه نه به بر رخ او دست نه

ظلم نهد دام سراب غرور — عدل دهد جام شراب سرور

هان که جگر سوخته و دل کباب — باز نمانی بسراب از شراب

شهر و ده آباد بعدل ست و بس — طبع جهان شاد بعدل ست و بس

تو چو شبانی و رعیت همه — در کنف[2] رحمت تو چون رمه

وای شبانی که کند کار گرگ — همچو سگ دزد شود یار گرگ

بره[3] کند باز ز پستان میش — تا دردش گرگ بدندان خویش

عدل تو گر فیض رسانی کند — بر رمها[4] گرگ شبانی کند

پنجه کند شانه بدشت و دره — شانه زند گردن میش و بره

آهو با گرگ شود در خرام
هم سگ و صیاد بروباه رام

---

[1] بوم و مرز، جگہ، مقام ۱۲
[2] کنف، کنارہ ۱۲
[3] برہ، بکرا بکری ۱۲
[4] رمہا جمع رمہ کی بکری کا گلہ ۱۲

حکایت عمر عبدالعزیزؓ که در عہد عمر عزیز از فرعین عدالت ملبس بود و از حلیۂ مروت متکرمند بود

چون ثمر دوحۂ[1] عبدالعزیز — دولت دین شد ثمرش ملک نیز

قاعدۂ عدل[2] عمرؓ تازہ کرد — ملک خلافت بیک اندازه کرد

گوشه نشینان[3] که ز ظلم سیاه — خاسته بودند ز سرهای راه (ق)

پویه کنان بر سر راه آمدند — بهر خبر پرسی شاه آمدند

کان بپشینه ستمگر چه شد — حال وی از گردش اختر چه شد

دین شه عادل دل فیروزه روز — کیست که شد نیر عالم فروز

رهسپری[4] گفت چسان یافتید — این خبر خیر که بشتافتید

مژده رساند که بودی دلیر — بر رمه زین پیش بسی گرگ و شیر

بر رمه[5] از گرگ دلیری نماند — شیر بخونخواری شیری نماند

---

[1] ثمر دوحۂ عبدالعزیز سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں جو بنی امیہ میں سے آٹھویں خلیفہ تھے، سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۳ھ میں بطن ام عاصم بنت عاصم بن عمر خطاب رضی اللہ تعالے عنہ سے پیدا ہوئے سنہ ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے اور ۳۹ سال ۶ ماہ کی عمر میں ۲۰ رجب سنہ ۱۰۱ھ میں زہر سے جو اقربا نے دیا تھا وفات پائی نہایت عادل خلیفہ تھے ان کے بعد یزید ثانی بن عبدالملک خلیفہ ہوا ۱۲ (عبدالباری آسی) [2] خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے عدل میں سراسر طریقۂ عمرؓ اختیار کیا تھا ۱۲ [3] یعنی جو فقرا ظلم سیاہ عبدالعزیز سے عاجز آکر مارے مارے پھرتے تھے ۱۲

[4] رہ سپرے سے مراد مسافر، یعنی مسافر نے دریافت کیا کہ یہ خبر تم کو کہاں سے ملی ۱۲

[5] یہ اُن کا جواب ہے کہ اب گرگ گوسفند کے گلے پر دست درازی نہیں کرتا ۱۲

بره و گرگ اند بهم در چرام — آهو و شیر اند بهم گشته رام
این همه از دولت این خسرو است — کز قدمش رسم عدالت نو است
آن ز خساست صفت گرگ داشت — بر سر ما گرگ دگر می گماشت
وین ز کرم چون به بزرگی رسید — گرگ ز سر کسوت گرگی کشید
هست درین مرحله خرد و بزرگ — با دهن یوسف و دندان گرگ
گرچه بود خوش لب خندان شان — جامی و صد زخم ز دندان شان

مقالۂ چہاردہم دراشارت بحال وزیران و پیران که رقم عدل و ظلم بر صفحات ایام از رشحات اقلام ایشان ست

تمثیل از خطاب

اے[ا] چو قلم صورت خود کرده راست — میل رقمهای کجی از تو خاست
تا قلم آسا بسر[۲] خود روی — گرچه همه نیک روی بد روی
هر که به یک حرف قلم کج نهاد — حرف وے از لوح بقا محو باد
چند به دفتر رقمت ناصواب — یاد کن از دفتر یوم الحساب

ا مصنف رح اہل قلم دبیروں اور وزیروں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تم نے قلم کی طرح اپنی صورت درست بنا رکھی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ کجی کے خواہشات تمہیں سے پیدا ہوئی ہیں ۱۲

۲ جب تک تو قلم کی طرح مغرورانہ خیال سے کہ سر میں لیکر چلے گا چاہے وہ سراسر نیکی ہی کا راستہ کیوں نہ ہو مگر برا ہی سمجھا جائے گا ۱۲

تو بسہ[۱] انگشت شدہ خامہ زن — خلق دہ انگشت ز تو در دہن
آں کہ تو خوانیش صریر قلم — از رقمت ہست نفیر قلم
خط کہ ورق تر کند از دست تو — خاک بسر بر کند از دست تو
جنبش کلک تو ز ناراستی — بردہ[۲] ز بالاے الف راستی
وز قلمت قاف جہاں تا بقاف — پر شکن[۳] و تاب شدہ ہمچو کاف
نوک قلم از سر کزلک[۴] فگار — تیز مکن بیہدہ دندان مار
عاقبت آں مار ز راہ ستیز — بر تو زند زخم ز دندان تیز
بلکہ زدہ زخم تو ز افسردگی — نیستی آگاہ ز آزردگی
موکہ زند بر سر کلکت گرہ — از رہِ معنی ست ترا پند دہ
کاے بکژ دگشتہ سمر تا بہ چند — جہت بکارے کہ بموئیست بند
چند مددگاری ظالم کنی — وز مددش کسب مظالم کنی
تا ببری از دل ظالم غبار — گردن مظلوم کنی زیر بار
خرمن دہقاں کہ بخون جگر — کشتۂ وے آمدہ در دہ بدر
سوختۂ آتش بیداد تست — دانۂ کاہش ہمہ بر باد تست
دانہ کنی نقل بانبار شاہ — کاہ برے بہر ستور سپاہ

---

۱ تو تین انگلیوں سے قلم پکڑ کے لکھتا ہی لیکن لوگ اپنی دسوں انگلیاں تیرے ظلم کی وجہ سے چبائے ڈالتے ہیں ۱۲ ۲ یعنی الف کے قد سے بھی اُس نے راستی دور کر دی ہی ۱۲ ۳ چونکہ کاف ٹیڑھا ہوتا ہے اس لیے ایسا کہا (ک) ۱۲ ۴ کزلک چھری ۱۲

چونہ

حصۂ دہقاں کہ شوی غور رس دانۂ اشک و گہ روی ست و بس

مایۂ تاجر کہ در آوارگی جمع نشد جز بجگر خوارگی

شد ز براتت[1] ہمہ صرف زکات در کف قبض ست ہنوز آں برات

کاسب بیچارہ کہ در شہر و کوے ز آبلۂ دست کند آبروے

در کف از تیشۂ سنگ کاریش ہیچ بجز آبلہ نگذار ریش

خارکش پیر کہ چوں خارپشت خم بودش پشت ز بار درشت

چوں شود از خار تہی پشت او قیمت آں را نخشی از مشت او

گاوک شیر آور ہر پیر زال خرج شد از بہر خراجات سال

گرسنہ و تشنہ شدہ گوشہ گیر خون جگر می خورد اکنوں چو شیر

مال یتیماں بر ہست پائمال حاصل سائل ز تو ذلِ سوال

زیور طفلانت ز طبع لئیم ہست ز زر سائل و دُرِّ یتیم

نقل شب عیش تو نقل سخن نوبہ نو از تیرہ دلان کہن

مطرب[2] تو آنکہ ببانگ بلند مال فلاں گوید و چونست و چند

حیلہ بصد گونہ نمودن تواں وز کفش آں مال ربودن تواں

کار تو شد بار دل صد ہزار شرم نداری تو ازیں کار و بار

---

[1] یعنی تو نے اس زکوٰۃ کو بھی اپنا ہی حصہ بنا لیا ہے جو خزانۂ شاہی سے نکلتی ہے اور اس پر تو خود قابض و متصرف ہے ۱۲

[2] یعنی تیرا مطرب گویا گا گا کر لوگوں کے مال اور مقدار مال کی تجھ کو پتا دیتا ہے ۱۲

بیش مکن دست تطاول برون　　گر ز تو قلمرو چو قلم شد نگون

شہ ز تو بدنام رعیت خراب　　ملک ز غوغائے تو در اضطراب

کن نظر[۱] تجربہ در ہمسران　　تا نشوی تجربۂ دیگران

تجربۂ چوب[۲] بہ پہلو سخت　　بہ کہ بعبرت نگری بر درخت

لیک سر تجربہ گنجیتر نیست　　تجربہ جز حرص وزیریت نیست

حکایت دراز دستی کہ دست وی بریدہ و از قلم وزارت کوتاہ شد

بود یکے شاہ کہ در ملک و مال　　عہد وزیرے چو رسیدی بسال

دست قلم سانش جدا ساختی　　چوں قلم از بند بر انداختی

ہر کہ گرفتی ز ہوا[۳] دست او　　پایۂ اقبال شدی پست او

دست وزارت بوے آراستی　　جان حسود از حسدش کاستی

روزے ازیں قاعدۂ ناپسند　　ساخت جدا دست وزیرے ز بند

دست بریدہ بہ ہوا در فگند　　تاش بگیرند صلا در فگند

---

[۱] تو ظالموں کے حال اور قصوں سے خود عبرت حاصل کر، ایسا نہ ہو کہ لوگ پھر تیرا حال اور قصہ سن کر عبرت حاصل کریں ۱۲ [۲] لکڑی کا تجربہ اپنے پہلو پر کرنا دشوار ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ درخت پر ہی اس کو دیکھ لے اور عبرت سے اس پر نظر ڈال ۱۲ [۳] یعنی اُس وزیر کا جو ایک سال رہ چکا ہوتا ہاتھ کٹوا تا اور پھینکدیتا اور پھر جو اس ہاتھ کو لپک لیتا اُس کو وزیر بنا لیتا ۱۲

چشم خرد کرد فراز آں وزیر / دست دگر کردہ دراز آں وزیر

دست خود از بیخردی خود گرفت / بہر وزارت رہ مسند گرفت

تجربہ نگرفت ز دست نخست / دست خود از دست دگر برشکست

جامی ازیں پیش کہ تیغ اجل / دست تو کوتاہ کند از امل

دست امل از ہمہ کوتاہ کن / در صف کوتہ املاں راہ کن

مقالۂ پانزدہم در تنبیہ آنانکہ صبح شیب از شب شباب شاں میدمد و دراں صبحگاہ نسیم آگاہی بمشام ایشاں نرسیدہ

ای تنت از شمع[۱] گدازندہ تر / شعلہ زناں آتش شیبت ز سر

دادہ سر سبز[۲] تو آتش فشاں / از شجر اخضر و نارش نشاں

چرخ کہ بر فرق تو کافور ریخت / بر تو ہم از شعر تو کافور بیخت

تا کہ کند سردی کافور سرد / بر دل گرمت ہوس خواب خورد

گر دو شب موی تو تصویر صبح / روز اجل راست تباشیر صبح

گردش دولابی چرخ بریں / برسر و آرام گرفتہ زمیں

[۱] اے وہ کہ ترا جسم شمع سے بھی زیادہ پگھلنے والا ہے اور تیرے سر کے بڑھاپے کے شعلے نکلنے لگے ہیں ۱۲ [۲] تیرا سر سبز جو کبھی سبز تھا اب بوجہ تیرے مہندی لگانے کے آگ سا معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبز درخت پر آگ ہے یا یہ کہ تیرے سر کے کچھ بال سیاہ ہیں اور کچھ سرخ ہیں اور یہ تلمیح ہے ایک آیت کی طرف ۱۲

کالبد جو جو آزادگان | در تہ سنگ ستم افتادگان
آرد کناں بسکہ بفرسود و کاست | موے تو پر گرد ازاں آسیاست
پشت تو مانند کماں گشت کوز | خشک شدہ پوست براں ہمچو توز ف۱
رشتۂ اشک تو براں بستہ زہ | ناوک آہ تو براں تیز نہ
جز پے آں نیست کہ کارے کنی | در رہ مقصود شکارے کنی
قد تو لام و الف آمد عصا | ہر دو پے نفی وجود تو لا
یعنی از آئینۂ لوح وجود | نفی شود صورت بود تو زود
یک شناسی زدہ وقت شمار | تا نہ کند شیشۂ چشم تو چار
یا بہم ابار زنا دیدنت | خلق بہ فریاد ز نشنیدنت
سنگ زن دندانت شدی سخت سخت | موم کنوں پیش تو چوں سنگ سخت
با ہمہ رخنہ کہ بدنداں تست | نامدہ یک حرف بروں زاں درست
نایدت از دست کہ جنبی زجاے | تا نشود ف۲ دست مددگار پاے
لرزش دست تو بہ ہنگام کار | بردہ ز دست تو بروں اختیار
چوں گرہ سیم شدہ مشت تو ف۳ | رفتہ چو سیماب ز انگشت تو

ف۱ توز ایک درخت کا پوست ہے جو کمان وغیرہ پر اسکی مضبوطی کے لیے لپیٹتے ہیں ۱۲ ف۲ یعنی جب تک کہ ہاتھ سے سہارا نہیں دیا جاتا تو اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا ۱۲ ف۳ ایک وقت میں تیری مٹھی گرہ سیم معلوم ہوتی تھی مگر وہ خوبی تیرے ہاتھ سے ایسی رخصت ہو گئی جیسے کہ سیماب اُڑ جاتا ہے / یا جو سختی تیری مُشت میں تھی اب وہ باقی نہیں ہے ۱۲

قوت امساک[۱] نماندت بدست — گرچه که امساک ترا دست بست

فاعدهٔ حرص جز امساک نیست — چارهٔ امساک بجز خاک نیست

پیش که در خاک روشی[۲] خاک شو — پیش که ناپاک روی پاک شو

پیر شدی شیوهٔ پیرانه گیر — شیوهٔ پیرانه خوش آید ز پیر

دست ز فتراک[۳] جوانان بدار — عشق و جوانی بجوانان گزار

چوں[۴] تو ازیں پیری خویشی ملول — کے کندت طبع جوانان قبول

پیر شدی رو بہ کنار از میاں — خوش نبود صحبت پیر و جواں

(شوی — marginal note between the columns beside the third line)

حکایت سفید شدن سفید موے از نفس آں خورشید گرم خوئے که با زلف شبرنگ دم از صبح سفید موئے زد

فصل خزاں کز دم باد وزاں — کارگہ رنگ رزاں شد رزاں

باغ جواں صورت پیری گرفت — سبزهٔ تر رنگ زریری گرفت

برگ درختاں ز سر شاخسار — مختلف الواں چو گل اندر بہار

موے سفیدے بقد خم زده — سینه اش آتشکدهٔ غم زده

پاے نشست از ته داماں کشید — رخت تماشا بگلستاں کشید

(شدن — marginal note between the columns beside the fourth line)

۱ے تیرے ہاتھ میں کسی شے کے روکنے کی طاقت نہیں اگرچہ تیری ممسکی اور بخل نے تیرا ہاتھ ہمیشہ بند ہی رکھا ۱۲ ۲ے ۳ے فتراک شکار بند ۱۲ ۴ے جب کہ تو اپنی حالت پیری کو خود ہی نہیں پسند کرتا تو جوانوں کی نگاہ تجھے کب پسند کرے گی ۱۲

از رہ فکرت قدمے می نہاد　　وز سر عبرت نظرے می کشاد

دید کہ با گیسوے چوں پر زاغ[1]　　کبک خراماں شدہ طاؤس باغ

معجر[2] کافوری او مشک پوش　　گوہر و زر ز آمدنش در خروش

رنگ حنا را ز کفش خون جگر　　ہر سر انگشت چو عناب تر

پنجۂ مرجاں زدہ انگشت او　　گوہر خود یافتہ در مشت او

گشتہ ز ہر ناخن او در خضاب　　بدر و ہلالے ز شفق رنگ یاب

نئی

پیر چو آں دید دل از دست داد　　گشت دوتا روے بپایش نہاد

گفت بدیں صورت زیبا کہ　　آدمی و یا پری دیا چۂ

تا ز جوانی ز سر خود بسر　　داد دل پیر خود بدہ

نیم دمے ہمدم ایں بندہ باش　　جمع کن پیر پراگندہ باش

غنچۂ نوشیں بہ تبسم کشود　　گفت کہ دیر آمدۂ خیز زود

روے[3] بہ رہ کن ببر از من امید　　زانکہ سرم ہست چو معجر سفید

بلکہ تو گوئی ببر ایں معجرم　　شعر سفید است ز موے سرم

---

[1] یعنی اس بڈھے نے باغ میں دیکھا کہ ایک جوان طاؤس بوستاں کی طرح سیر کرتا پھرتا ہے ۱۲

[2] معجر اوڑھنی، چادر یعنی اسکی اوڑھی ہوئی چادر پراگنگی زلف سیاہ پریشاں تھی، دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ گوہر و زرہ کا جو پاؤں میں زیور تھا وہ اُس کے باغ میں آنے سے شور و فغاں کر رہا تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ چلنے میں پاؤں کا زیور بولتا ہے ۱۲ (عبدالباری آسی)

[3] یعنی اُس چادر سفید کی مانند میرے بال سفید ہیں ۱۲

پیر چو از موی شنید این خبر
خاست چو مو حالی و پیچید سر

تازہ گل از پیر چو آں شیوہ دید
پردہ کافور ز سنبل کشید

موی خود آورد ز معجر بروں
چوں شبہ شبرنگ چو شب قیرگوں

پیر بنالید کہ ای در فروغ
مہ ز تو کم ہرچہ بود ایں دروغ

گفت پے آں کہ کنم آگہت
کانچہ زند از طلب ما رہت

زاں سبب افتاد ز راہیم ما
ہرچہ نخواہی تو نخواہیم ما

بیش مری جامی و عمرت ز شصت
رشتۂ پیوند بہفتاد بست

یاد جوانی و جواناں مکن
قبلۂ جاں جز در جاناں مکن

مقالۂ شانزدہم در شرح حال نورسیدگان غرہ بعہد جوانی کہ غرۂ ماہ عیش و کامرانی است

ای شدہ با موی سیہ از غرور
از نظر موی سپیداں نفور

رخ ز سفیدی بسیاہی منہ
نور الٰہی بملاہی منہ

طفلی و چوں شیر شدہ موی پیر
ہست عجب نفرت طفلاں ز شیر

زاغ سیاہی تو دریں بوم بیم
کے ہلد از باز سفیدت سلیم

تکیہ بر اسباب جوانی مکن
ہرچہ تواں تا بتوانی مکن

بازو تو گر بمثل آہن است
پوست اگر بر تن تو جوشن است

خم نہ کنی بہر خدا پشت خویش ۔ سخت کمانی مکن ای سست کیش
دست اجل موم کند آہنت ۔ تیغ قضا چاک کند جوشنت
قوت بسیار تو چوں کم شود ۔ گر ہمہ تیر است قدت خم شود
پیش کہ[1] سازد فلک عشوہ دہ ۔ ق ۔ پشت ترا ہمچو کماں تن چو زہ
باش کماں در پے طاعت رواں ۔ گوشہ گزیں از رہِ تحسیں گراں
برتنِ خود راہ ریاضت کشائے ۔ از تن[2] خود کم کن و در جاں فزائے
سالکِ رہ خشک بدن بہ بود ۔ تنگ نزند اسپ کہ فربہ بود
تا شدہ پشتِ تو ز پیری دوتاہ ۔ راہ ہمی رو بپے پیراں راہ
برصفت و نیند چو پیراں امیر ۔ باش بفتراک امیراں اسیر
تا نہ از ایشاں با سیری رسی ۔ کے بود امکاں کہ بہ پیری رسی
بر در ہر پیر کمر بستنت ۔ بہ کہ بسر تاج خداوندیت
پایۂ آں تاج بود بس بلند ۔ کنگر آں را کمر آمد کمند
کوہ کہ صد کانِ گہر یافت است ۔ تاج بلندی ز کمر یافت است
سرکشی کانت بروں کن ز سر ۔ میم صفت بند گرہ در کمر
در قدم پیرِ سبک پایہ شو ۔ وز کمرش گنج گرانمایہ شو
چوں تو بخدمت مددش می کنی ۔ آں مدد از بہر خودش می کنی

---

[1] پیش کہ الخ یعنی پیش از آنکہ ۱۲ [2] یعنی جسم کو گھٹا دے اور جان کو بڑھا ۱۲

آب چو ریزی بکفش در وضو — چہرۂ اقبال دہی شست و شو

سنگ زر راہش چو نہی برگراں — پلۂ طاعات کنی زاں گراں

کفش تہی چوں نہیش زیر پائے — بر سر افلاک شوی کفش سائے

رکوہ کہ در ہمرہی او بری — آب ز سرچشمۂ حیواں خوری

خاک رہش را بمژہ روب پاک — تا شودت دیدۂ جاں تابناک

غاشیۂ دولت او کش بدوش — تا شودت ستر کرم عیب پوش

تا نشوی پیر چو پیران کار — دست خود از دامن خدمت مدار

پایۂ پیری بجوانی مجوے — راہ ارادت بہ امانی مپوے

ترسمت آں پایہ نگردد بساز — مانی از آداب جوانیت باز

حکایت زاغی کہ رفتار کبک می آموخت و رفتار خود فراموش کرد

زاغے ازاں جا کہ فراغے گزید — رخت خود از باغ براغے کشید

زنگ زدود آئینۂ باغ را — خال سیہ گشت رخ راغ را

دید یکے عرصہ بدامانِ کوہ — عرضہ دہ[1] مخزنِ پنہانِ کوہ

سبزہ و لالہ چو رُخ مہوشاں — دادہ ز فیروزہ و لعلش نشاں

---

[1] یعنی ایک پہاڑ کی میدان دیکھا جس کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ تمام معدنیات اس میں موجود ہیں جس کا بیان دوسرے شعر میں ہے کہ سبزہ اور لالہ کو دیکھ کر فیروزہ اور لعل کی تصویر نظروں میں پھر جاتی ہے۔

نادرہ کبکے بہ جمال تمام ۔ شاہد آں روضۂ فیروزہ فام

فاختہ گوں صدرہ[1] بہ بر کردہ تنگ ۔ دوختہ بر صدرۂ سنجاب رنگ

تیہو و دراج بروعشق ساز ۔ بر ہمہ از گردن و سر سرفراز

پایچہ برزدہ تا ساق پائے ۔ کردہ زچستی بسر تیغ جائے

بر سر ہر سنگ زدہ قہقہہ ۔ پی سپرش ہمرہ و ہم بے رہبہ

تیز رو و تیز دو و تیز گام ۔ خوش پرش و خوش رہ وش و خوشخرام

ہم حرکاتش متناسب بہم ۔ ہم خطوا[2]تش متقارب بہم

زاغ چو دید آں رہ و رفتار او ۔ واں روش و جنبش ہموار او

بادلے از دور گرفتار او ۔ رفت بشاگردی رفتار او

باز کشید از روش خویش پائے ۔ در پے او کرد بہ تقلید جائے

بر قدمے او قدمے می کشید ۔ واز قلم پا رقمے می کشید

در پیش القصہ دراں مرغزار ۔ رفت براں قاعدہ روزے سہ چار

عاقبت از خامی خود سوختہ ۔ رہروی کبک نیاموختہ

کردہ فرامش رہ و رفتار خویش ۔ ماندہ غرامت زدہ در کار خویش

ہر کس ازیں دائرۂ تیز رو ۔ ہست دریں دیر بواری گرو

---

[1] صدرہ بشا نا پکر، و اسکٹ، صدری ۱۲ [2] جمع خطوہ بالفتح، قدم ۔ متقارب قریب با ہم ۱۲

جامی از و دار ہمہ سادگی | تا جور مسند آزادگی

مقالۂ ہفدہم در اشارت بحسن خوباں و جمال محبوباں کہ دلفریب ترین گل این بہارستان اند و ناشکیب ترین نقش این نگارستان

نقش سراپردۂ شاہی ست حسن | لمعۂ خورشید الٰہی ست حسن

حسن کہ در پردۂ آب و گل ست | تازہ کن عہد قدیم دل ست

آنکہ شد این سلسلہ بنیاد ازو | لائحۂ[1] حسن دہد یاد ازو

ما کہ چنیں کشتۂ ہر مہوشیم | سوختۂ خرمن ازاں آتشیم

در دل ہر سوختہ جوشی کہ ہست | وز لب ہر خستہ خروشی کہ ہست

یک شرر از گرمی آں آتش ست | وقت کسے خوش کہ بآتش خوش ست

اے کہ بشکل خوشت آراستند | فتنۂ ارباب نظر ساختند (خواستند)

قد تو سرویست بہشتی چمن | روئے تو شمعے ست بسر انجمن

صورت موزون تو نظم جمال | مطلع[2] آں جبہہ فرخندہ فال

جبہہ ات از نور[3] چو مطلع نوشت | ابروت از مشک دو مصرع نوشت

سطرکے از ابروے تو خوشتر نبود | لیک کج آمد چو بمسطر نبود

[1] لائحہ شعلہ مجازاً، درخشندگی، چمک دمک ۱۲ [2] مطلع آں ۔ یعنی اس نظم کا مطلع ۱۲
[3] حسن اور حسین سے تخاطب ہے ۱۲

تا بد از آن مطلع[۵۱] مہر ارتفاع — بدر مہ رخسار تو ہر دم شعاع

ہست دو چشمش ز شعاعش دو عین — بینی سیمیں الفی بین بین

چشمۂ نوشت[۵۲] کہ عجب جانفزاست — از لب تو تا لب آب بقاست

خضر خطت خرقہ کبود آمدہ — بر لب آں چشمہ فرود آمدہ

گوی زنخدان تو با گوے سیم — ہست چو سیبی ز لطافت دو نیم

آب لطافت چکد از غبغبت — نیست بسے راہ ازان تا لبت

بلکہ خوی طلعت رخشان تست — گرد شدہ زیر زنخدان تست

خال زنخدانت بدل تنگئ — ماندہ بگرداب بلا زنگئ

بر لبت آں دانۂ مشکیں کہ ہست — تخم غم ہر دل غمگیں کہ ہست

مشک بر خسار چو گلنار تو — نقطہ زدہ بر خط رخسار تو

ورد طری[۵۳] لرزہ کنان بر لبت — کبک دری طوق کش گردنت

سینۂ تو چوں دل عشاق صاف — جیب کساں چاک ازو تا بناف

از ستم بازو و تو گردہ سیم — زاں زدہ بر ساعد تو پنجہ سیم

با تو اگر دولت[۵۴] ہم زانوے — ہست نصیب کسے آنہم توئے

---

۵۱ مطلع مہر ارتفاع سے مراد یہاں ابرو ہے ۱۲ ۵۲ دہن کو چشمۂ آب حیات اور سبزۂ خط کو خضر بوجہ سبز پوشی کے کہا ہے ۱۲ ۵۳ ورد، گلاب، طری تازہ، نیا ۱۲ ۵۴ یعنی اگر کوئی تیرا ہم زانو ہے تو وہ خود تو ہی ہے مولانا نظامی نے فرمایا ہے ع چو تو گر کسے باشد آنہم توئی ۱۲

بہ تماشاگری روے خویش　　آئینہ کن لیک ز زانوے خویش
نیست بتو ہم قدمے حد کس　　سایۂ تو ہم قدم تست و بس
صدرہ اگر از قدم فکر و راے　　از سرت آئیم فرو تا بپاے
یک بیک اعضاے تو موزون بود　　ہر یک ازاں دیگرے افزوں بود
جلوۂ حسن تو در افزونی ست　　آئینۂ چونی و بیچونی ست
جلوۂ ایں آئینۂ نوربار　　از نظر بے بصراں دور دار
صورت چونی شدہ از وے عیاں　　معنی بیچوں شدہ در وے نہاں
قبلۂ ہر دیدہ دریں آئینہ است　　منظر اہل نظر ایں آئینہ است
کور چہ داند کہ در آئینہ چیست　　عکس خود افگندہ در آئینہ کیست
چہرہ[1] نہاں دار کہ آلودگاں　　جز رہ بیہودہ نہ پیمودگاں
چون بہ جمال تو نظر وا کنند　　آرزوے خویش تمنا کنند
دیدۂ شہوت نتوانند بست　　از غرض خاطر صورت پرست
با تو بجز راہ ہوا نسپرند　　جز بغرض روے ترا ننگرند
ق　روے غرض چوں نبود نورمند　　زود ازیں آئینۂ دلپسند
سیر[2] شود چشم غرض بین شاں　　رنج و ملامت شود آئین شاں

---

[1] تجھ کو چاہیے کہ تو پردے میں رہے آگے چل کر اُس کی وجہ بیان کی ہے ۱۲ [2] یعنی چونکہ وہ لوگ صرف غرض کے لیے تیری طرف آنکھ اُٹھاتے ہیں اور غرض کی آنکھ کبھی نور مند نہیں ہوتی اس لیے وہ جلد تجھ سے سیر ہو جاتے ہیں ۱۲

از نظر اندا ختهٔ خوارش کنند	تیره رخ از گرد و غبارش کنند

حکایت زنگی کہ روے خود را در آئینہ بہ رنگ بد دید و آئینہ را از عکس روے خود نپسندید

دیو نژادے[۱] چو یکے تیرہ ابر		لب چو خم نیل کبود و سطبر
رنگ چو انگشت نیفروختہ		چہرہ چو چوبیں طبق سوختہ
ماندہ دہن چوں دہن حقہ باز	جیفہ	ناشدہ ہمچوں در محنت فراز[۲]
یافت برہ آئینۂ گرد ناک		ساخت بدامن رخش از گرد پاک
دیدہ چو بر روے ویش آرمید		شکل بد انساں کہ شنیدی بدید
آب دہاں بر رخ پاکش فگند		وز کف خود خوار بخاکش فگند
گفت کہ تا قدر تو بشناختند		بر رہت ایں گونہ بینداختند
پیش کساں پستی مقدار تو		نیست جز از زشتی دیدار تو
طینت اگر پاک چو من بودیت		کے بگل و خاک وطن بودیت
ہر بد و نیکی کہ بپے اندری ست		بہرۂ ہر چیز بقدر وے ست
چوں برخ خویش نظر برگشاد		عیب بر آئینہ نہ بر خود نہاد
بود ہمہ نور صفا آئنہ		شد ز رخش عیب نما آئنہ

[۱] دیو نژاد سے مراد قوی ہیکل، سیاہ، بدصورت اور بیڈول ہو ۱۲ [۲] فراز بند یہ لغات اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی بند کے بھی ہیں ۱۲

طلعت او بود بد انسان سیاہ	آئینہ را چیست ندانم گناہ
جامی ازیں گنبد آئینہ رنگ	ہرچہ نماید بتجہ صلح و جنگ
کاں سبب احسن و آزارتست	چوں نگری صورت کردارتست

مقالۂ ہیژدہم در اشارت بعشق کہ شور او نمک خوان جگرخواران است وجسر آں راحت جان دل افگاران ہست

رونق ایام جوانی ست عشق	مایۂ کام دو جہانی ست عشق
میل تحرک[1] بہ فلک عشق داد	ذوق تجرد بہ ملک عشق داد
چوں[2] گل جاں بوے تعشق گرفت	باگل تن رنگ تعلق گرفت
رابطۂ جان و تن ما از وست	مردن ما زیستن ما از وست
علوی و سفلی ہمہ بند و بند	پست شو قدر بلند و بند
مہ کہ بشب نور دہی یافتہ	پرتوے از مہر بروتافتہ
خاک زگردوں نبود تابناک	تا اثر مہر نیفتد بخاک
چوں بتن آزادہ زمہرست دل	سنگ سیاہ ست دراں تیرہ گل
ہرکہ نہ در آتش عشق ست غرق	از دل او تا بہ صنوبرچہ فرق

[1] میل الخ یعنی آسماں کو حرکت عشق ہی کی بخشی ہوئی ہے، اور وہ اسی وجہ سے گردش میں ہے ۱۲ [2] عشق ہی کا نتیجہ ہے کہ جان نے جب عشق کی بو سونگھی تو وہ قالب خاکی سے مل گئی ۱۲

کار صنوبر چہ بود غافلے | از غم عشقے کہ نہ صاحبدلے

زندگی دل بہ غم عاشقی ست | تا رگ جاں بر قدم عاشقی ست

تا نشود عشق بہ[1] دل بردگی | گرمی دل نیست جز افسردگی

اے[2] شدہ کار تو بد از نیکواں | جفت صد اندوہ ز طاق ابرواں

حال تو از خال سیاہاں تباہ | روز تو از مشک عذاراں سیاہ

رہزن خوابت شدہ چشمان مست | توبۂ تو یافتہ زایشاں شکست

ہر کہ شد از سرو قداں سرفراز | ساخت سرت پست بخاک نیاز

ہر کہ برخ نقطۂ سودا نہاد | داغ غمت بر دل شیدا نہاد

ہر کہ بلب آب حیات آمدست | زرخ خطش در ظلمات آمدست

گہ دم از اندیشۂ ماہے زنے | سر بہ فلک بینی و آہے زنے

گہ ز گلے خرم و خنداں شوی | نغمہ سرا بلبل بستاں شوی

گہ بغزالے دل شیدا دہی | روے چو دیوانہ بہ صحرا نہی

یار[3] ہم آغوش ہم بادہ نوش | تو پس زانوے غم اندر خروش

یار ہم آواز ہم پردہ ساز | تو ز تب فرقت او در گداز

---

[1] یعنی اگر عشق نہ ہو تو دل افسردہ ہو جاتا ہے ۱۲ [2] یعنی اے وہ شخص کہ تو حسینوں سے عاجز آ گیا ہے ۱۲ [3] یعنی تو کیا اپنا دل ادھر ادھر لگاتا پھرتا ہے ذرا ہوش میں آ، دوست تو خود تیرے پاس موجود ہے تو بے کار سرگرداں پھرتا ہے ۱۲

یار ہم آہنگ بسر سینہ تنگ — تو ز غمش کوفتہ بر سینہ سنگ (درش)
زیرکی ورز و چناں گیر یار — کش بود اندر دل و جانت قرار
محرم خلوت گہ رازت شود — مونس شبہائے درازت شود
چغد نۂ جلوہ بہر کاخ چند — مرغ نۂ نغمہ بہر شاخ چند
جلوہ گر کنگر یک کاخ شو — نغمہ زن طارم[1] یک شاخ شو
روبیکے آر کہ فرخندگیست — ترک دوئی کن کہ پراگندگیست
میوۂ مقصود کے آرد درخت — تا نکند پائے بیکجائے سخت

حکایت عاشقے کہ در حضور معشوق بقصد دیگرے دیدہ کشاد و بداں کج بصرے از نظر معشوق افتاد

بوالہوسے بر سر راہے رسید — جلوہ کناں چاردہ ماہے بدید
ہالہ شدہ گرد قمر معجرش — خیمہ زدہ بر مہ و خور[2] چادرش
نغمہ سرا جنبش خلخال او — نافہ کشا زلف ز دنبال او
نعرہ برآورد کہ اے خود پرست — پائے مکش تیز کہ رفتم ز دست
از تو بہ فریاد شدم ہم نفس — راہ کرم گیر و بفریاد رس

[1] طارم لکڑی کا بنا ہوا مکان، بلند مکان، بالاخانہ ۱۲ [2] رخساروں کا استعارہ ۱۲

تازہ صنم چون شغف[۱] او بدید — وان ہمہ شور و شغب او شنید

چون گل خندان ز دم او شگفت — غنچۂ نوشین بگشانید و گفت

خواہر من میرسد اینک ز پی — بہ ز چو من صد بسر یک موی وی

نیست نہ خوبان سخن آنجا کہ اوست — من کیم و صد چو من آنجا کہ اوست

با شرف حسن خدا داد من — رفت بشاگردیش استاد من

سادہ دل آن زمزمہ چون گوش کرد — قاعدۂ کار فراموش کرد

در غلط افتاد ز گفتار او — چشم فرا تافت ز دیدار او

کرد بسے در رہ و بیرہ نگاہ — دید رہے دور کسے نے براہ

بار دگر لب بہ سخن باز کرد — لابہ گری[۲] پیش وے آغاز کرد

بانگ زد آن ماہ کہ اے ہرزہ گوے[۳] — بہ کہ بگردانی ازیں ہرزہ روے

قبلۂ مقصود یکے بیش نیست — قاصد[۴] آں قبلہ دو اندیش نیست

شرط طلب ترک دوئی کردن ست — روئے ارادت بیک آوردن ست

چون ز یکے رو بدو آوردۂ — رسم نو ست این کہ تو آوردۂ

چند کشیدن ز دو بینان گزند — دیدۂ دل جامی ازینان ببند

چشم ترا گر نہ غبار[۵] شکے ست — چون ز دو عالم نہ رخت دید یکے ست

---

۱ انہماک ۱۲ ۲ لابہ گری خوشامد ۱۲ ۳ ہرزہ گو۔ بیہودہ گو ۱۲ ۴ قاصد قصد کرنے والا ۱۲ ۵ اگر تیری آنکھ میں شک کا غبار نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دونوں عالم کو چھوڑ کر تو صرف ایک ہی کے پیچھے نہیں جاتا ۱۲

مقالۂ نوزدہم در حسب حال خام طبعان کہ از شعر بشعرای بد ساختہ اند و در دست و پائے ہمہ بستہ و خامی انداختہ

بحر ازل موج[1] کرم برگرفت — دامن ساحل ہمہ گوہر گرفت

جوہری طبع سخن[2] پروران — کرد نگاہے بہ فراست دران

ہرچہ[3] سزا بود بگفتن بگفت — وانچہ نہ در پردہ نسیان نہفت

زان گہر سفتہ ہزاران ہزار — گوش جہان راشدہ بین گوشوار

حیف کہ این[4] قوم گہر ناشناس — مہرہ کش ملک امید و ہراس

ہرکہ بران[5] نام گہر بستہ اند — مہرہ صفت بر دم خر بستہ اند

گوہری کردہ ز شرف زہرگی — زان شرف افتاد بجز مہرگی

اے کہ رسا از دل دانشورت — مرسلہ[6] بر مرسلہ زان گوہرت

پردہ کشائے ہنر خویش باش — نرخ فزائے گہر خویش باش

باش بدکانچۂ دوران بہوش — جنس گران را مشو ارزان فروش

---

۱ یعنی بحر ازل میں ایک موج اٹھی اور بہت سے موتی ساحل پر آگئے ۱۲ ۲ سخنوروں نے فراست کے ساتھ ان پر نگاہ ڈالی ۱۲ ۳ جو مضامین کہنے کے قابل تھے وہ کہے باقی چھوڑ دیے ۱۲ ۴ مراد ان شاعروں سے جو طبع رسا نہیں رکھتے ۱۲ ۵ جن کو یہ موتی سمجھے وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گدھے کی دم پر کوڑیاں لگائی ہیں ۱۲
۶ مرسلہ گلوبند ۱۲

داشت فلک چوں تبوارز انیش — تودۂ ارزاں زگراں جانیش

چند ز تار طمع و پود لاف — بر قد ہر سفلہ شوی حلہ باف

چند نہی نام لئیماں کرم — چند کنی وصف سفیہاں[1] حکیم

آنکہ بصد نیش یکے قطرہ خوں — ناید از امساک ز دستش بروں

نام کفش قلزم احساں کنی — وصف بہ بحر گہر افشاں کنی

واں کہ بہ تعلیم گہ ماہ و سال — شکل الف را نشناسد ز دال

عارف آغاز ازل خوانیش — واقف انجام ابد دانیش

وانکہ چو از گربہ برآید خروش — رو نہد از بیم بسوراخ موش

شیر ژیان پیل دماں خوانیش — بلکہ دلاور تر ازاں دانیش

ایں ہمہ اندیشۂ نار است چیست — اینہمہ آئین کم و کاست چیست

افادہ

اینہمہ از حرص و طمع زادہ است — خود کہ ز حرص و طمع آزادہ است

دور بود حرص و طمع از شبع[2] — گرسنہ چشم اند حروف طمع

شب کہ طمع بر تو کمیں آورد — پشت قناعت بزمیں آورد

رخت بہ بیغولۂ[3] ماتم کشی — بیہدہ چند فراہم کشی

پوست[4] کنی معنی استاد را — عور کنی طرفۂ بغداد را

---

[1] سفیہ، بیوقوف، احمق، نادان ۱۲ [2] شبع - سیری، پیٹ بھرنا ۱۲ [3] بیغولہ، گوشہ ۱۲

[4] یعنی استادان زمانہ کے بہترین مضامین کو تو خراب کرتا ہے، اور بغداد کی نادر چیزوں کو بیرونق کرتا ہے، نیز طرفہ دختر عبد اللہ بن احمد کا نام تھا ۱۲

بر کشی از شاہد اطلس لباس — اطلس سازیش لباس از پلاس

قافیہ معیوب و روئے[۵۱] ناروا — علت وزنش الم بے دوا

صدر و عجز بے مزہ و خام او — حشو خبر دادہ خود از نام او

از تعب طبع کج اندیش خویش — چوں شوی آسودہ نہی پیش پیش

کہنہ دوائے چو دل تار و تنگ — کاغذی از تیرہ رخنت بردہ رنگ

خامہ چو نظم سخنت سخت و سست — املائے ناراست و خط نادرست

گشتہ دو تا تا بمیل سوادش کنی — واسطۂ نیل مرادش کنی

در سر و دستار زنی صبحگاہ — قطرہ زناں تا در اصحاب جاہ

خواجہ بروے کہ مبیناد کس — منتظر او ننشیناد کس

چوں بدر آید پس صد انتظار — بر زبرے[۵۲] بہتر از خود سوار

پیش بری بوسہ بپایش دہی — لابہ کناں داد ثنایش دہی

رقعۂ شعر آوری از سر بروں — صدر قم از حرص و طمع در دروں

آردش آں رقعہ کہ صد پارہ باد — نامۂ عصیاں[۵۳] قیامت بیاد

تا نہ خورد زخم سفاہت ز تو — رقعہ ستاند بہ کراہت ز تو

۵۱ روی وہ حرف جس پر قافیہ کا دار و مدار اور انحصار ہو ۱۲ ۵۲ زبر۔ قوی۔ توانا۔ کمیاب، دراز گوش

۵۳ یعنی آپ کی تحریر دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ نامۂ اعمال ہے ۱۲

او[1] ز بانِ طلبت در گریز — حرص تو دندانِ طمع کرده تیز

بیهده گفتار تو در مدح کس — نقش بر آب ست گره بر نفس

مزد بر آں بیهده بیهوده است — خاصه ازاں کس که نفرسوده است

طرفه که کاری به تبرع[2] کنی — باز براں مزد توقع کنی

سوخت جهاں از طمع خام تو — خلق به جاں آمده ز ابرام[3] تو

ترک سجاج و کم ابرام گیر — یکدم ازیں دغدغه آرام گیر

خواجه ز فضل تو بصد دل ملول — تو ز ندمیش زباں پُر فضول

تو بحضورش بسرور آمده — او ز حضور تو نفور آمده

منتظر وقت نشسته که چوں — با تو دهد نفرت خاطر بروں

حکایت مدح گفتن لاغری شاعر خواجه را که بر وے لباس آسودگی از فربهی تنگ آمده بود

فربهی از خوان سخن پروری — شاعریش کرده لقب لاغری[4]

گفت به نظم خوش و شعر فصیح — بهر یکی خواجهٔ فربه مدیح

---

[1] یعنی اسلیئے وہ اس قصیدہ مدحیہ کے کاغذ کو مجھ سے لے لیتا ہے کہ تو اُسے بیوقوف نہ بنائے اور اسکی ہجو نہ کرے ۱۲ [2] بے معاوضہ کوئی کام کرنا یہاں مراد فضول اور بیضرورت ہے ۱۲ [3] ابرام کسی بات کا پکا ارادہ کرنا، ہٹ ضد، اصرار سے عاجز کرنا ۱۲ [4] لاغری اُس شاعر کا تخلص ہے جس نے ایک فربہ کی مدح کی ۱۲

خواجہ از آن سگ چو سخن نشنید
بوی توقع بمشامش رسید

کرد از آن نامۂ پر رنگ و ریو
خاطر او رم چو ز لاحول دیو

خواست از آن انجمن پرگزند
کرد توجہ سوی قصر بلند

چون نفس از فربہیش گشتہ تنگ
در رہش افتاد زمانی درنگ

گفت بدو لاغری مدح سنج
فربہیت میدہدای خواجہ رنج

خواجہ از آن نکتہ چو گل بر شگفت
با دل صد پارہ بخندید و گفت

رنج ہمہ گرچہ[1] ز تن پروریست
رنج من اکنون ہمہ از لاغریست

لاغری از فربہیم دستبرد
در کف صد محنت و رنجم سپرد

جان تو جامی بدرون لاغرست
حرص تو از جان تو فربہ ترست

عمر گران مایہ بسر می بری
خالی ازین فربہی و لاغری

مقالۂ بستم در پند دادن فرزند ارجمند کہ در بوستان طفولیت بہ نبات حسن پروردہ باد و در میدان بلاغت بنہایت کمال پے آوردہ

ای شب امید مرا ماہ نو
دیدۂ بختم بخیالت گرو

از پس سی روز برآید ہلال
روی نمودی تو پس از چند سال

شفقت

[1] یعنی ہے تو تمام مصیبت موٹے پن سے گرمی السحال تو یہ تکلیف مجھے لاغری سے پہونچی ہے ۱۲

سال تو چار است[51] بوقت شمار　　چار تو چل باد چلت باد چار

هر چل تو بیک چله[52] کز علم و حال　　سیر کنی در درجات کمال

نام تو شد یوسف مصر وفا　　باد لقب دولت دین را ضیا

می کنم از خامۂ حکمت نگار　　بهر تو این نامۂ حکمت نگار

گرچه ترا نیست کنون فهم پند　　چون بحد فهم رسی کار بند

تا نه شوو برقع روی تو موی　　پا منه از خانه به بازار و کوی

سلسله بند قدم خویش باش　　حبس نشین حرم خویش باش

هیچگه از صحبت همخانگان　　رخت مکش بر در بیگانگان

طلعت بیگانه نه میمون بود　　خاصه که سالش ز تو افزون بود

گرد بستان سرکارت دهند　　لوح الف بی بکنارت دهند

پهلو بهر سفله[53] مشو جانشین　　از همه یکتا شو و تنها نشین

گرچه بخود نیست[54] کج اندام الف　　بین که چسان کج شده در لام الف

لوح خود آندم که نهی در کنار　　چون[55] الف انگشت از و بر مدار

---

[51] یعنی تیری عمر چار سال کی ہے مگر خدا کرے چار سے یہ عمر چالیس کو پہنچے اور پھر چالیس کی چار سے ضرب ہو جائے یعنی ۱۶۰ ہو ۱۲

[52] خدا کرے تیری ہر چالیس دن کی مدّت ایک چلہ ہو جائے جس میں تو علم و کمال اور کشف و حال کے درجات کی سیر کرے ۱۲

[53] سفلے سے مراد یہاں اوباش اور بدچلن لڑکے ہیں ۱۲

[54] یعنی صحبت کا اثر پڑتا ہے، الف اگرچہ بذات خود سیدھا ہے مگر لام الف میں ملنے سے ٹیڑھا ہو جاتا ہے ۱۲

[55] یعنی محنت کے ساتھ برابر پڑھتا رہ ۱۲

دال وش از شرم فگن سر به پیش — صاد صفت دوز بر آن چشم خویش

خنده زنان گاه بآن گه بایں — رشتۂ دندان منما همچو سیں

دل مکن از فکر پریشان و نیم — تنگ دهن باش ز گفتن چو میم

گوش مکن بیهده هر قیل و قال — تا نه کشی درد سر گوشمال

دار ادب[۱] درس معلم نگاه — تا نه شوی طبلک تعلیم گاه

سیلی او گرچه فضیلت ده است — گر تو به سیلی نرسانی به است

پے چو بسر[۲] منزل قرآں بری — روزی هر روزه از آن خوان خوری

چند گره زن بمیان رحل وار — شاهد مصحف بنشان در کنار

باش ز رخسار نکو فال او — محو تماشاے خط و خال او

هرچه کنی زان گهر سلک خویش — ساز به تکرار زبان ملک خویش

حرف نوشته بدل طفل خرد — کز لک نسیان نتواند سترد

چوں تو حق حفظ وے آری بجاے — حفظ حق از جانبت شود غم زدائے

دست طلب ده بقلم[۳] گاه گاه — شو به سوے خطۂ خط رو براه

باز نشان از ره کسب کمال — از نم آن نائره گرد ملال

کوش به تحسین خط از هر نمط — لیک نه چندانکه شوی جمله خط

۱ه یعنی ادب کے ساتھ درس معلم کو سُن تاکہ تو مکتب کا نقارہ نہ بنجائے یعنی ایسا نہ ہو کہ تو مار کھائے ۱۲

۲ه مراد یہ ہے کہ جب تو قرآن شریف پڑھنا شروع کرے اور اُس کا روزانہ سبق پڑھے ۱۲

۳ه یعنی کبھی کبھی خط کی بھی مشق کر ۱۲

صرف مکن بہرہ انگشت خویش — از گہر پر ہنر مشت خویش

شعر اگرچہ ہنر دیگر است — شمۂ از عیب بشر اندر است

شعر کہ عیبش[۵۱] زمیاں سر زند — ہمت پاکانش قلم در زند

در فتدت گہ گہے اندیشہ اش — کوش کہ چوں من نکنی پیشہ اش

ہر نفس آمد گہر ارجمند — قیمت آں بیشتر از چون و چند

واں گہر از دست مدہ رایگاں — خاصہ کہ در مدح فرو مایگاں

محنت ایں کار بخود رہ مدہ — رنج کشی در طلب علم بہ

تاج سر جملہ ہنرہاست علم — قفل کشاے ہمہ درہاست علم

در طلب علم کمر چست کن — دست ز اشغال دگر سست کن

با تو من از علم چہ گویم سخن — علم چو آید بہ تو گوید کہ کن

علم کثیر آمد و عمر قصیر — آنچہ ضروریست بآں شغل گیر

ہر چہ ضروریست چو حاصل کنی — بہ کہ عمارت گری دل کنی

نیست عمارت گری دل کہ دل — در کشی[۵۲] از کشمکش آب و گل

پاے[۵۳] بدامن کشی و سر بجیب — تن بشہادت دہی و جاں بغیب

---

۵۱ یعنی شعر کہنا اگرچہ ایک دوسرا ہنر ہے مگر پاک لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے اس لیے کہ اس سے کبھی کبھی کچھ عیوب بھی پیدا ہوتے ہیں ۱۲ ۵۲ یعنی مسلک درویشی اختیار کرہی دل کی عمارت گری ہے ۱۲ ۵۳ یعنی قناعت کر ظاہرا موجود رہ اور باطناً عالم غیب کے پاس غایب رہ ۱۲

یاد خدا بندگی ہش کنی	ہر چہ بجز اوست فرامش کنی

حکایت پیر ہوشیار با مرید فراموشکار

سادہ مریدی ز جہاں شستہ دست	آمد و در صحبت پیرے نشست
گرم نہ کردہ بزمیں جا ہنوز	خاست ازاں انجمن جاں فروز
پیر بر آشفت کہ تعجیل چیست	تفت بپرواز دم جبریل چیست
گفت قضا[۱] پردہ کش ہوش گشت	نادرہ چیزیم فراموش گشت
می روم ایں لحظہ بہر راہ و کوے	تا کنم آں گمشدہ را جست و جوے
پیر خروشید کہ اے بوالہوس	در دو[۲] جہاں ہست یکے چیز و بس
کاں نہ سزاوار فراموشی ست	قبلۂ گویائی و خاموشی ست
گر ہمہ آفاق در آغوش تو	باشد و آں چیز فراموش تو
غایت آگاہی تو غافلی ست	حاصل اوقات تو بیحاصلی ست
در بود آں چیز فرا یاد تو	شاد کن خاطر ناشاد تو
گو دو جہاں گشتہ فراموش باش	لب ز سخن شاں شدہ خاموش باش
جامی ازیں مشغلہ خاموش کن	ہر چہ جز آں چیز فراموش کن
زانکہ سر انجام تو خاموشی ست	و آخر کار تو فراموشی ست

[۱] یعنی اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا میری ایک چیز کہیں گم ہوگئی میں اُسے ہر گلی کوچے میں ڈھونڈھنے جاتا ہوں ۱۲ [۲] یعنی ایک ہی چیز دونوں جہاں میں یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ خدائے کریم اور اس کی یاد ۱۲

درخاتمه و خطاب تحفة الاحرار گوید

در ختم کتاب و خاتمه خطاب تحفة الاحرار گوید

خامه چو بر موجب جف القلم[1] | خشک بانشاد ازین خوش رقم
بهر دعا از لب ام الکتاب[2] | حرف سقاک اللهش[3] آمد جواب
روح امین دست بآمین کشاد | چرخ برین سبحهٔ پروین کشاد
گوهر ازان سبحه بپایش فگند | در قدم غالیه سایش فگند (فشاند)
گفت جزاک الله ازین فیض پاک | از تو بسجاده نشینان خاک
نقش شفاخانه علیسی ست این | یا رقم خامهٔ مانی ست این (نامهٔ جانیست؟)
غنچه از گلبن نازآمده | یا گلی از گلشن راز آمده
حرف کش دفتر فرزانگی ست | تازه کن مایهٔ دیوانگی ست
قفل کشای در کاخ صفاست | عطر فزای گل شاخ وفاست
صبح طرب مطلع انوار اوست | جیب ادب مخزن اسرار اوست
نظم کلامش نه بغایت بلند | تا نشود هر کس ازان بهره مند
از خس و خاشاک چو صافست آب | می نشود بر در گوهر حجاب
لفظ خوش و معنی ظاهر درو | آب زلال ست و جواهر درو
سر معانیش نه زانسان دقیق | کش نتوان یافت بفکر عمیق

---

[1] جف القلم بما هو کاین فی الازل" یعنی وه باتیں جو ہونے والی ہیں قلم نے ازل میں لکھدیں اور خشک ہوگیا یعنی اب بدل نہیں سکتا ۱۲
[2] ام الکتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہے ۱۲
[3] سقاک اللہ یعنی خدا تجھے سیراب کرے ۱۲

شاہد اسرار وے از صوت و حرف
کردہ لباسی ببر خود شگرف

بستہ[1] حروفش تتق مشک فام
حور مقصورات فی الخیام

ماشطۂ[2] خامہ چو آراستش
از قبل من یبقی خواستش

تحفۂ احرار لقب دادمش
تحفہ باحرار فرستادمش

ہر کہ بدل از خردش روزنست
در نظرش ہر ورقی گلشنست

راست ہمہاست در آنجا سطور
پر گل شادی و نہال سرور

جوے زر از جدول شان آبخورد
سبزۂ تر گرد وے از لاجورد

کرد مجلد سو جلدش چو میل
داد ادیم از سر ہدہدش سہیل

زہرہ شد از چنگ خوش آوازہ اش
تار بریشم دہ شیرازہ اش

ہیکل آیات گرامی ست این
حرز حمایت گر جامی ست این

باش خدایا بکمال کرم
حافظ او ز آفت سر کج قلم

ظلمت کلکے از ین حرف نور
دار چو انگشت بد اندیش دور

کلک وے[3] از چوب عوان بدتر است
وزن کش و قافیہ ویران گر است

چون بتراشد ز سر[4] خامہ نیش
سازد از آن نیش دل نامہ ریش

[1] اس کتاب کے حروف سیاہ تتق میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے حوریں خیموں میں چھپی ہوئی ہوں ۱۲ [2] ماشطہ مجازاً آرایش دینے والی عورت کنگھی کرنیوالی ۱۲ [3] کج قلم یعنی اسکا قلم سخت لکڑی سے بھی بدتر ہے اور وہ ردیف و قوافی اور وزن کو برباد کر دینے والا ہے ۱۲ [4] یعنی اس کے قلم کی نوک جو ایک نیش کی طرح ہے کتاب کے دل کو زخمی کرے گی ۱۲

تیغ کند خامهٔ تیز را — رشته برد نظم دلآویز را

هر خط وی از خط دانش برون — گشته بسر حد خطا رهنمون

چون خط تقطیع نه بر اصطلاح — کز حک و اصلاح نگیرد صلاح

دیدهٔ حرفی که بود دیده باز — گردد ازو وقت کتابت فراز

حرف نگار و چو کلک از هوس — نقطه نه برجای نهد چون مگس

گاه زند بر رخ عم خال غم — گاه شود سیم ز دستش ستم

بسکه مرید از قلمش مرتد است — ضد دی آنجا که نویسد صد است

چند لب باج حکایت دهم — شکر بتاراج شکایت دهم

شکر که این نامه بپایان رسید — بخیهٔ این خرقه بدامان رسید

مهر ختامش این کتاب
شد رقم خاتم تم الکتاب

تمت

خاتمۃ الطبع مطبوعۂ سابق

از گہر ریزی خامۂ نیساں بار مولوی عوض علی صاحب یادگار

آغاز سخن خدا را یاد می کنیم و خاطر را بذکر رسولش شاد، شاعر نبوده ایم که بفلک و ستاره ستیزیم نه منجم که بہ ثوابت و سیاره در آویزیم، دماغ شاہی نداریم که بار جہانی را بگردن خویش گیریم نے از گدائی که راه کوئے لئیماں پیش گیریم، ناصح نیستیم که دل عاشقاں برنجانیم نه واعظ که افسانۂ بہشت و دوزخ خوانیم، خاطر آزاده ایم کوس بلند نامی میزنیم سر باده داریم دست بجام جامی میزنیم، لوحش اللہ چہ جامی که سینہ اش مخزن اسرارست بارک اللہ چہ جام که نامش تحفۃ الاحرارست، نہ جامی که میکدۂ عشق را بہتریں نہ جام که خمکدۂ عرفاں آں بسر جوشی بلند تر از صاحب گلشن راز، و ایں بسر جوشی تند تر از بادۂ شیراز صلائے عام است جہانی را درین محفل مہماں می کنیم باده می نوشیم و یاد میکشاں می کنیم آں رند مدہوش مولوی عوض علی آرایش جا ایں بساط عالی پرداختہ و آں جمشید مشرب منشی نول کشور صاحب سی، آئی، ای، ایں خمکده را خوان یغما ساختہ، الٰہی ایں محفل مدام از قلقل مینا در جوش باد و ایں باده ما و شما را نوش باد فقط

خاتمۃ الطبع طبع ہفتم

بفضلہ تعالے وقت ست کہ بادہ پرستان خمخانۂ شوق علم را بشارت تازہ نیوشاند کہ بازمی پرتکال کلام جامی بہ ششش طبع بار ہفتم خم در خم بجوش آمدہ مزہ بعد اولی وکرۃ بعد اخریٰ دو درین جام دربزم میکشان سرخوش صدائے نوشا نوش آمد یعنی باز نوبت طبع مثنوی تحفۃ الاحرار رسیدہ

کایں بادۂ عشرت ز ایاغ جامی ست	ویں پرتو احساں ز چراغ جامی ست
بیتابی دل بلبل صد رنگ شناست	ایں غنچۂ نو رستہ ز باغ جامی ست

آفریں بر ہمت آں بہار پیرائے گلشن سخن و نوابخش سخن سنجان نو و کہن یعنی رئیس ذی وقار عالیجناب معلی القاب منشی رام کمار صاحب دامت سطوتہ ما دار الفلک الدوار کہ ایں سبق شش بار در مطبع فیض منبع الموسوم باودھ اخبار و مطبع نامی منشی نولکشور واقع شہر لکھنؤ ایاغ دل مشتاقاں را لبالب ایں کہن بادہ فرمود والحال از حسن انتظام کیسر داس سپرنٹنڈنٹ در مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ بتصحیح و مقابلہ نسخ عدیدہ قلمی و مطبوعہ ۱۹۱۴ء بار ہفتم ہیکر ایں مایۂ نشاط و سرور بہ طبع نور و نمود فالحمد اللہ۔

(عبد الباری آسی مصحح)

نوٹ:۔ میں نے جا بجا سے اردو حواشی و فارسی حواشی کا مقابلہ کیا، اردو حواشی واقعی زیادہ واضح و مفید ہیں، طلاب ان سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے، فارسی حواشی اکثر غیر ضروری اور غیر مفید ہیں، اردو حواشی کے ساتھ کتاب چھپے گی تو اس کتاب کے پڑھنے والے زیادہ پسند کریں گے۔

Naaz Ahmad 4-5-1941